بیس رکعات تراویح

اور البانیؒ پر رد

مؤلف

فضيلة الشيخ

اسماعیل بن محمد الانصاری

مترجم

اضافہ عنوانات اور تقدیم

مفتی ابو محمد رضوان حفظہ اللہ

فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی

خادم مدرسہ انوار الصحابہ جنگل خیل کوہاٹ

مکتبہ سیدنا

امیر معاویہؓ کوہاٹ

0334-8251826

38

فہرست

بیس رکعات تراویح اور البانی پر رد

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	عرض مترجم	6
2	بیس رکعات تراویح اور محل نزاع	8
3	مذہب اہل السنۃ والجماعۃ	8
4	مذہب غیر مقلدین	8
5	بیس رکعات تراویح کے دلائل	9
6	دلیل نمبر 1:۔	9
7	فائدہ :۔	9
8	مذکورہ روایت پر اعتراض	9
9	جواب نمبر 1:۔	10
10	جواب نمبر 2:۔	10
11	دونوں حدیثوں کے استدلال میں فرق	10

38

نمبرشمار	مضامین	صفحہ
12	دلیل نمبر 2:۔	11
13	دلیل نمبر 3:۔	11
14	بیس رکعات تراویح پر امت کا اجماع	12
15	بیس رکعات سے کم تراویح پڑھنا گناہ ہے	21
16	نماز تہجد وتراویح جدا گانہ نماز ہے	21
17	نماز تہجد وتراویح میں کئی وجوہ سے فرق ہے	22
18	بیس رکعات تراویح کا ثبوت غیر مقلدین کے گھر سے	23
19	شبہات غیر مقلدین اور انکے جوابات	24
20	شبہ نمبر 1:۔	24
21	جواب نمبر 1:۔	25
22	جواب نمبر 2:۔	25
23	جواب نمبر 3:۔	25
24	جواب نمبر 4:۔	26
25	جواب نمبر 5:۔	26
26	جواب نمبر 6:۔	26
27	جواب نمبر 7:۔	26

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
28	شبہ نمبر 2:۔	27
29	جواب نمبر 1:۔	27
30	جواب نمبر 2:۔	28
31	جواب نمبر 3:۔	28
32	دلائل غیر مقلدین کا مشترک جواب	28
33	غیر مقلدین سے تراویح کے متعلق چند سوالات	28
34	حاصل کلام:	31
35	مقدمہ مؤلف	32
36	بیس رکعات کی حدیثِ یزید بن خصیفہ کو صحیح قرار دینے والے آئمہ عظام	33
37	حدیث یزید بن خصیفہ کی تضعیف کے لئے شیخ البانی کی مستندات	33
38	1:۔ حضرت عمرؓ کا ابی بن کعب اور تیمیمؓ داری کو 11 رکعات پڑھانے حکم	33
39	2:۔ نبیؑ کا ابی بن کعب کی 8 رکعات تراویح پڑھانے پر سکوت ورضامندی	34
40	3:۔ امام مالکؒ کا بیس رکعات تراویح سے انکار	35
41	4:۔ "رُوِیَ" صیغہ مجھول سے بیس رکعات تراویح کے ضعف پر استدلال	35
42	5:۔ رکعات تراویح کے متعلق شیخ البانی کا وھم	36
43	6:۔ حدیث عائشہؓ سے 11 رکعات پر استدلال	36

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
44	البانی کی مذکورہ بالا مستندات کے دو جواب: مجمل اور تفصیلی	36 38
45	مجمل جواب	37
46	تفصیلی جواب	40
47	اعتراض نمبر 1:۔	40
48	بیس تراویح کی روایت کی تضعیف اور یزید بن خصیفہ پر جرح کا جواب	40
49	اعتراض نمبر 2:۔	47
50	نبیؑ کا ابیؓ بن کعب کی 8 تراویح پڑھانے پر سکوت ورضامندی	47
51	اعتراض نمبر 3:۔	49
52	امام مالکؒ کا 29 رکعات تراویح سے انکار اور اس کا جواب	49
53	جواب نمبر 1:۔	49
54	جواب نمبر 2:۔	50
55	اعتراض نمبر 4:۔	53
56	رُوِیَ" صیغہ مجہول سے بیس رکعات کے ضعف پر استدلال کا جواب	53
57	اعتراض نمبر 5:۔	55
58	رکعات تراویح کے متعلق شیخ البانی کا وھم اور اس کا علاج	55
59	اعتراض نمبر 6:۔	62

60	حدیث عائشہؓ سے گیارہ رکعات پر استدلال اور اس کا جواب	62
61	خلاصہ	38 68

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

[Website: DifaAhleSunnat.com]

عرض مترجم

38

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمَنِ الرَّحِيم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِي هُوَ مُتَفَرِّدٌ فِي ذَاتِهِ وَمُنَزَّهٌ فِي صِفَاتِهِ وَمُتَوحِد عَلٰى مَنۡ لَا نَبِيَّ فِي الۡعَالِهِ وَلَا شَرِيكَ لَهُ وَالصَّلوةُ وَالسَّلامُ عَلى. بَعۡدَهُ وَهُوَ صَادِقٌ وَمَصۡدُوقٌ فِي أَقۡوَالِهِ وَالۡعَالِهِ وَعَلَى مَنۡ تَبِعَهُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنۡ بَعۡدِهُمۡ مِنۡ أَئِمَّةِ الۡمُسۡلِمِينَ الَّذِينَ سَعُوا فِي تَرۡوِيجِ الۡكِتَابِ وَالسّنَةِ وَبَذۡلُوا وُسۡعَهُمۡ فِي إِشَاعَةِ الدِّينِ مِنَ الۡفُقَهَاءِ وَالۡمُحَدِّثِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَحۡمَةً وَاسِعَةً-

اس پرفتن دور میں جب کہ ہر طرف سے اسلام اور مسلمانوں کے خاتمے کے لئے پوری دنیا کے اہل کفر متفق ہو چکے ہیں، ہمیں بھی اپنی صفوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنا چاہیئے تھا، مگر بدقسمتی سے انگریز دور کا ایک جدید فتنہ اللامذھبیہ المعروف غیر مقلدین نے فروعی مسائل مثلاً: مسئلہ آمین بالسر، مسئلہ ترک قراءت خلف الامام، مسئلہ ترک رفع الیدین وغیرہ کو حق و باطل کا معیار ٹھہرا کر دن رات عوام کو گمراہ کرنے میں سرگرم رہنے کو دین کا اہم فریضہ سمجھ کر رکھا ہے، کبھی کسی بے نمازی یا غیر مسلم کو راہ راست پر لانے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ جو مسلمان پکے نمازی ہیں انکے عقائد، نماز اور دیگر عبادات میں وسوسے ڈال کر گمراہ کرنے کو اپنا مذھبی و دینی فریضہ مانتے ہیں، انھی مسائل میں سے ایک بیس رکعات تراویح کا مسئلہ ہے، جو سلف و خلف و اجماع امت اور اہل حرمین کے تعامل سے اتفاقاً بیس رکعات چلا آرہا ہے۔ آج کل انگریز کا نو ایجاد فتنہ غیر مقلدین نے اس اجماعی مسئلے کو بھی میدان کارزار بنایا

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ہوا ہے، پھر ہر غیر مقلد الگ ایک فتنہ ہے، کوئی تو سرے سے تراویح مانتے ہی نہیں، بعض آٹھ مانتے ہیں بعض بیس سے کمی بیشی کے بھی قائل ہیں۔ مذکورہ مسئلہ میں عوام کی راہنمائی 38 کے لئے فضیلۃ الشیخ اسماعیل بن محمد الانصاری صاحب کی عربی کتاب "تصحیح حدیث صلوۃ التراویح عشرین رکعۃ والرد علی الالبانی" کا اردو ترجمہ کر کے شروع میں ایک تفصیلی مقدمہ لکھا، لکھنے کا مقصد کسی کی تذلیل یا اپنی بڑائی ہرگز مقصود نہیں، بلکہ فقط عوام کو حق و باطل میں فرق اور درست مسئلہ سمجھانا ہے۔ اللہ تعالی اس مختصر سی کاوش کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور مجھے، میرے والدین اور اساتذہ کے لئے بخشش کا ذریعہ بنائے۔ آمین

اب جسکے جی میں آئے وہ لے اس سے روشنی ہمنے تو دیا جلا کر سر عام رکھ دیا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

38

بیس رکعات تراویح اور محل نزاع

مذھب اہل السنۃ والجماعۃ :

بیس رکعت تراویح پورے رمضان المبارک میں نمازِ عشاء کے بعد عشاء ہی کے وقت میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہیں۔ نیز آٹھ رکعت کو تراویح کہنا یہ لغت اور شریعت دونوں کے خلاف ہیں۔

مذھب غیر مقلدین :

غیر مقلدین بیچارے خود پریشان ہیں اور آپس میں دست وگریبان ہیں کہ تراویح کے متعلق ہمارا صحیح مذھب کیا ہے؟ مثلا:

(۱): بعض کے نزدیک تراویح آٹھ رکعات ہیں۔

(امین الفتاوی: ۲/۱۲۱ ۔ الدین الخالص: ۵/۳۹۶)

(۲): بعض کے نزدیک تراویح نام کی کوئی نماز ہے ہی نہیں گویا یہ حضرات صلوۃ التراویح کے منکر ہیں۔ (نماز نبوی: ص ۳۰۰ ، ڈاکٹر شفیق الرحمن، دار السلام)

یہی مذھب تراویح کے متعلق اہل تشیع کا ہے، وہ بھی تراویح کے قائل نہیں۔ بلکہ کہتے ہیں کہ یہ بدعت عمری ہیں۔ (العیاذ باللہ)

[تنزیہ الامامیہ جدید، ص: ۹۴۔ عباس بک ایجنسی لکھنو انڈیا]

(۳): بعض کے نزدیک آٹھ رکعات تراویح بھی جائز ہیں اور بیس رکعات بھی۔
(خطبات الباجوری :ص،۲۸۱ ۔ للشیخ عنایت اللہ ،ترابی پرنٹنگ پریس خار باجوڑ)[38]

(بیس رکعات تراویح کے دلائل)

دلیل (۱)

حدیث: عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ۔۲/۳۹۴ ۔مسند عبد بن حمید۔۲۱۸) سندہ حسن وتلقتہ الامۃ بالقبول فھو صحیح)

ترجمۃ : حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے ،کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعتیں اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن ہے اور خلفاء راشدین ،صحابہ کرام اور پوری امت کی عملی تائید اسے حاصل ہے، اس لئے یہ حدیث صحیح ہے۔

(مذکورہ روایت پر اعتراض)

جب ہم ابن عباسؓ کی روایت پیش کرتے ہیں، تو غیر مقلدین ورق کے ورق سیاہ کر کے لکھتے ہیں، کہ اس حدیث کی سند میں ابراھیم بن عثمان سخت ضعیف ہے۔ لہذا اس روایت سے ۲۰ رکعات تراویح پر استدلال درست نہیں۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جواب (۱):

38

اس حدیث کو خلفاء راشدین، انصار، مہاجرین، تابعین، تبع تابعین اور باقی امت کی تلقی بالقبول حاصل ہے، اس تلقی بالقبول کی بحث کے بعد سند کی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسے کہ،، العینان وکاء السه،، کی حدیث اور حدیث ،، الماء طهور لا ینجسه شئی الا ما غلب علی ریحه او طعمه او لونه ،، کی اور حدیث،، لا وصیة لوارث ،، کی اور ان جیسی اور بہت سی حدیثیں کہ سنداً ضعیف ہیں، مگر تلقی بالقبول کی وجہ سے وہ صحیح کے درجے میں ہیں۔

ج (۲):

غیر مقلدین کے ہاں نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ فرض ہے یا کم از کم سنت مؤکدہ ہے اور اسکی دلیل میں حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے ،،صلوۃ الرسول: ص، ۴۳۴ ،، پر حضرت عبد اللہ عباسؓ کی حدیث پیش کی ہے، کہ جنازہ میں فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور اس حدیث کی سند بھی وہی ہے جو ۲۰ رکعات تراویح والی سند ہے، جب تراویح میں یہی سند انکے خلاف جارہا ہے، تو اس کو ضعیف کہا۔ جبکہ فاتحہ فی الجنازۃ میں اس سند سے فرض ثابت کررہے ہیں۔ حدیث فاتحہ کی سند میں جس ابراھیم بن عثمان کو ضعیف کہا ہے، اب وہ ثقہ بن گیا، ہمیشہ غیر مقلدین اسی طرح دجل سے کام لینے کی ناکام کوشش کررہے ہیں۔

(دونوں حدیثوں کے استدلال میں فرق)

تراویح اور نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنے کی حدیث کی سند اگرچہ ایک ہے، مگر تراویح

[Website: DifaAhleSunnat.com]

والی حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہونے کی وجہ سے قوۃ حاصل ہوگئی اور ضعف اسے ختم ہوکر استدلال اسے درست ہے اور فاتحہ کی حدیث کو تلقی بالقبول حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اس میں ضعف برقرار رہ گیا اور قابل استدلال نہ رہا۔

38

دلیل (۲):

حدیث: عن سائب بن یزید قال (کانوا یقومون علی عهد عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب فی شهر رمضان بعشرین رکعة۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

(سنن الکبریٰ للبیہقی: 2/۴۹۶۔ اسنادہ صحیح، ارشاد الساری: ۳/ ۴۲۶)

ترجمہ: حضرت سائبؓ بن یزید سے روایت ہے، فرمایا: کہ صحابہؓ کرام حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ۲۰ رکعت تراویح (باجماعت) پڑھتے تھے۔

دلیل (۳)

عن نافع عن بن عمر رضی اللہ عنہ قال: (کان ابن ابی ملیکة یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة)۔ و اسنادہ صحیح

(آثار السنن، باب فی التراویح بعشرین رکعات: ص، ۲۵۳)

ترجمہ: ابن عمرؓ نے فرمایا: کہ ابن ابی ملیکہؒ ہمیں رمضان میں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے۔

☆☆☆☆☆

[Website: DifaAhleSunnat.com]

بیس رکعات تراویح پر امت کا اجماع

38

14 سو سال سے بیس رکعات تراویح پر امت کے سلف وخلف، صحابہ کرام اور جلیل القدر ائمہ کرام کا اجماع رہا ہے۔ غیر مقلدین حضرات کا بیس رکعات تراویح سے انکار یا آٹھ رکعات تراویح کا اقرار کرنا امت کے سواد اعظم سے اعتزال ہے۔

1:۔ امام محمد بن الحسن الشیبانی علیہ الرحمۃ (المتوفی: ۱۸۹ھ) فرماتے ہیں:

"قَالَ مُحَمَّدٌ: وَبِهَذَا كُلِّهِ نَأْخُذُ، لا بَأْسَ بِالصَّلاةِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ، أَنْ يُصَلِّيَ النَّاسُ تَطَوُّعًا بِإِمَامٍ، لأَنَّ الْمُسْلِمِينَ قَدْ أَجْمَعُوا عَلَى ذَلِكَ وَرَأَوْهُ حَسَنًا"۔

(موطأ مالك بروایة محمد بن الحسن الشیبانی: باب قیام شهر رمضان وما فیه من الفضل، رقم الحدیث ۲۱۴)

حضرت عمرؓ نے ابی بن کعبؓ کو رمضان میں امام بنا کر تراویح پڑھانے کا حکم دیا ہے۔ اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ اس لئے کہ مسلمانوں (صحابہؓ) نے اس (بیس رکعات) پر اجماع کیا ہے اور اس کو پسند کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان (صحابہؓ) جسے پسند کریں وہ خدا کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے"۔

۲:۔ امام أبو عیسی الترمذی علیہ الرحمۃ (المتوفی: ۲۷۹ھ) بیس رکعات یا اس سے زائد تراویح پر ائمہ کرام کا اجماع بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"وَاخْتَلَفَ أَهْلُ العِلْمِ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ، فَرَأَى بَعْضُهُمْ: أَنْ يُصَلِّيَ إِحْدَى وَأَرْبَعِينَ رَكْعَةً مَعَ الوِتْرِ، وَهُوَ قَوْلُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَهُمْ

بِالمَدِينَةِ۔ وَأَكْثَرُ أَهْلِ العِلْمِ عَلٰى مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَغَيْرِهِمَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِشْرِينَ رَكْعَةً، وَهُوَ قَوْلُ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ۔ وقَالَ الشَّافِعِيُّ: وَهٰكَذَا أَدْرَكْتُ بِبَلَدِنَا بِمَكَّةَ يُصَلُّونَ عِشْرِينَ رَكْعَةً"۔[38]

(جامع الترمذی: ج ۲، أبواب الصوم، بَابُ مَا جَاءَ فِي قِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ، ص: ۱۵۹)

"تراویح میں اہلِ علم کا اختلاف ہے، بعض وتر سمیت اکتالیس رکعت کے قائل ہیں، اہلِ مدینہ کا یہی قول ہے اوران کے یہاں مدینہ طیبہ میں اسی پر عمل ہے، اوراکثر اہلِ علم بیس رکعت کے قائل ہیں، جو حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے۔ سفیان ثوریؒ، عبداللہؒ بن مبارک اور شافعی رحمہ اللہ کا یہی قول ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس رکعات ہی پڑھتے پایا ہے"۔

۳:۔ امام أبو بکر بن مسعود بن أحمد الکاسانیؒ (المتوفی: ۵۸۷ھ) لکھتے ہیں:

"وَالصَّحِيحُ قَوْلُ الْعَامَّةِ لِمَا رُوِيَ أَنَّ عُمَرَ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - جَمَعَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي شَهْرِ رَمَضَانَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَصَلَّى بِهِمْ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ عِشْرِينَ رَكْعَةً، وَلَمْ يُنْكِرْ أَحَدٌ عَلَيْهِ فَيَكُونُ إِجْمَاعًا مِنْهُمْ عَلَى ذٰلِكَ"۔

(کتاب بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: ج ا ص ۲۸۸)

"صحیح عام علماء ہی کا قول ہے، اس لئے کہ یہ روایت کی گئی ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رمضان المبارک میں حضرت ابی بن کعب رضی

اللہ عنہ کی امامت میں جمع کیا، انہوں نے ان کو ہر رات بیس رکعات پڑھائیں اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا۔ پس یہ صحابہ کرامؓ کی طرف سے بیس رکعات پر اجماع ہے"۔ 38

۴:۔ امام ابن رشد قرطبی المالکی علیہ الرحمۃ اللہ (المتوفی: ۵۹۵ھ) فرماتے ہیں:

"وَاخْتَلَفُوا فِي الْمُخْتَارِ مِنْ عَدَدِ الرَّكَعَاتِ الَّتِي يَقُومُ بِهَا النَّاسُ فِي رَمَضَانَ: فَاخْتَارَ مَالِكٌ فِي أَحَدِ قَوْلَيْهِ، وَأَبُو حَنِيفَةَ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَداود: الْقِيَامَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً سِوَى الْوِتْرِ"۔ (بدایۃ المجتھد و نھایۃ المقتصد: ج ۱، ص ۲۱۰)

"رمضان میں کتنی رکعات پڑھنا مختار ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ کے ایک قول کے مطابق اور امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ بن حنبل اور امام داؤد ظاہری کے نزدیک وتر کے علاوہ بیس رکعات تراویح سنت ہے"۔

۵:۔ فقہ حنبلی کے مشہور امام علامہ موفق الدین ابن قدامہؒ (المتوفی: ۶۲۰ھ) امت مسلمہ کے اس اتفاق کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "امام ابوعبداللہ (احمدؒ بن حنبل) کا پسندیدہ قول بیس رکعات کا ہے اور سفیانؒ ثوری، ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ بھی یہی کہتے ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے، کہ جب حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہ کرام کو ابیؓ بن کعب کی اقتداء میں جمع کیا تو وہ بیس رکعت پڑھتے تھے۔ نیز امام احمدؒ ابن حنبل کا استدلال یزید بن رومان و علی کی روایات سے ہے"۔ ابن قدامہؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ: "یہ بمنزلہ اجماع کے ہے"۔ آگے فرماتے ہیں کہ: "جس چیز پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ عمل پیرا رہے ہوں، وہی اتباع کے لائق ہے"۔ (المغنی لابن قدامہ: ج ۲، ص ۶۰۴)

۶:۔ فقہ حنبلی کے دوسرے امام شمس الدین عبدالرحمٰن ابن قدامہ المقدسیؒ (المتوفی: ۶۸۲ھ) لکھتے ہیں:

38

"اور تراویح کی رکعتوں کی تعداد بیس ہے، یہی بات کہی ہے سفیان ثوریؒ، ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ نے اور مالکؒ کہتے ہیں، کہ تراویح چھتیس رکعات ہے، اور امام مالکؒ یہ سمجھتے ہیں کہ یہی اصل قدیم حکم ہے۔ اور یہی اہل مدینہ کے فعل سے متعلق ہے۔ اسلئے کہ صالح جو کہ توامہ کے آزاد کردہ غلام ہے کہتے ہیں، کہ میں نے لوگوں کو پایا ہے، کہ قیام کرتے ہیں اکتالیس رکعتوں کے ساتھ جن میں سے پانچ وتر پڑھتے ہیں۔ اور ہماری دلیل یہ ہے، کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرامؓ کو ابیؓ بن کعب کی امامت پر جمع کیا تھا، تو وہ ان کو بیس رکعتیں پڑھاتے تھے، اور سائب بن یزید نے اس طرح کا واقعہ بیان کیا ہے۔ اور امام مالکؒ نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے، کہ لوگ حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانے میں رمضان میں تئیس رکعتوں کے ساتھ قیام کرتے تھے۔ اور ابو عبدالرحمٰن السلمی سے مروی ہے، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات پڑھائے اور یہ حکم بمنزلہ اجماع کے ہے۔ البتہ صالح کی روایت کا حکم یہ ہے، کہ صالح ضعیف ہے۔ پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں صالح نے خبر دی ہے۔ چنانچہ یہ بات حجت نہیں ہو سکتی۔ پھر اگر بالفرض ثابت بھی ہو جائے، کہ تمام اہل مدینہ ایسا کرتے تھے، تو بھی جو کام حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے کیا اور جس پر صحابہ کرامؓ نے اپنے زمانے میں اجماع کر لیا تھا، وہی اتباع کے زیادہ لائق ہے"۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

(المغنی الشرح الکبیر: ج۱،ص ۷۴۸، برحاشیہ المغنی)

38

7۔ شارح مسلم امام نوویؒ (المتوفی: ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

”فَصَلَاةُ التَّرَاوِیحِ سُنَّةٌ بِإِجْمَاعِ الْعُلَمَاءِ وَمَذْهَبُنَا أَنَّهَا عِشْرُونَ رَكْعَةً بِعَشْرِ تَسْلِيمَاتٍ وَتَجُوزُ مُنْفَرِدًا وَجَمَاعَةً“۔

”علماء کرام کے اجماع میں نماز تراویح سنت ہیں، اور ہمارے مذہب میں یہ دس سلام کے ساتھ دو دو رکعت کر کے بیس رکعات ہیں، ان کی ادائیگی باجماعت اور انفرادی دونوں صورتوں میں ہی جائز ہیں“۔

(کتاب المجموع شرح المہذب للشیرازی للنووی: ج ۳، ص ۵۲۶)

۸۔ شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمۃ (المتوفی: ۶۷۶ھ) یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

”اعلم أن صلاة التراويح سُنّة باتفاق العلماء، وهي عشرون ركعة“۔

(کتاب الاذکار للنوویہ: ص ۳۵۵)

”جان لیں کہ نمازِ تراویح باتفاق (اجماع) علماء سنت ہے اور یہ بیس رکعتیں ہیں“۔

۹۔ شیخ الاسلام امام تقی الدین ابن تیمیہ الحرانی علیہ الرحمۃ (المتوفی: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

”فَإِنَّهُ قَدْ ثَبَتَ أَنَّ أبي بْنَ كَعْبٍ كَانَ يَقُومُ بِالنَّاسِ عِشْرِينَ رَكْعَةً فِي قِيَامِ رَمَضَانَ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ. فَرَأَى كَثِيرٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ ذَلِكَ هُوَ السُّنَّةُ؛ لِأَنَّهُ أَقَامَهُ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَلَمْ يُنْكِرْهُ مُنْكِرٌ“۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

(مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ: ج ۲۳، تَنَازُعُ الْعُلَمَاءِ فِي مِقْدَارِ الْقِيَامِ فِي رَمَضَانَ، ص ۱۱۲) 38

''یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں (صحابہ) کو قیام رمضان (نماز تراویح) میں بیس رکعات پڑھاتے اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے، اکثرت علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ بیس رکعات ہی سنت ہیں کیوں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اور انصار صحابہ کرام کے درمیان بیس رکعات تراویح پڑھائی اور ان میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا''۔

۱۰۔ شیخ الامام علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ (المتوفی: ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

''وَقَالَ ابن عبد الْبر: وَهُوَ قَول جُمْهُور الْعلمَاء، وَبِه قَالَ الْكُوفِيُّونَ وَالشَّافِعِيّ وَأَكْثر الْفُقَهَاء، وَهُوَ الصَّحِيح عَن أبي بن كَعْب من غير خلاف من الصَّحَابَة''۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری: ج ۱۱، ص ۱۲۷)

''علامہ ابن عبد البر مالکیؒ فرماتے ہیں: بیس رکعات تراویح جمہور علماء کا قول ہے اور یہی قول اہل کوفہ، امام شافعیؒ اور اکثر فقہاء کرام کا ہے اور حضرت ابیؓ ابن کعب سے بھی یہی قول صحت سے مروی ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا''۔

۱۱۔ کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی المعروف ابن الہمام علیہ الرحمۃ (المتوفی: ۸۶۱ھ) لکھتے ہیں: ''لِلصَّحِيحِ! نَعَمْ ثَبَتَتْ الْعِشْرُونَ مِنْ زَمَنِ عُمَرَ فِي الْمُوَطَّإِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ قَالَ "كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً"۔ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كُنَّا نَقُومُ فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرِ، قَالَ النَّوَوِيُّ فِي الْخُلَاصَةِ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ۔ وَجَمَعَ بَيْنَهُمَا بِأَنَّهُ وَقَعَ أَوَّلًا ثُمَّ اسْتَقَرَّ الْأَمْرُ عَلَى الْعِشْرِينَ فَإِنَّهُ الْمُتَوَارِثُ"۔ (فتح القدیر للکمال ابن الہمام: ج ۱، ص ۴۸۵)

''سند صحیح سے ثابت ہو چکا ہے، کہ حضرت عمرؓ کے مبارک دور میں صحابہؓ کرام وغیرہ (تابعین) بیس ۲۰ رکعت پڑھتے تھے جو یزید بن رومان سے مؤطا امام مالک میں مروی ہے اور بیہقی نے حضرت سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے مبارک دور میں ہم بیس ۲۰ رکعت اور وتر پڑھتے تھے جس کی سند صحیح ہونے کی تحقیق امام نوویؒ نے خلاصہ میں کی ہے۔ بالآخر بیس رکعات پر اتفاق ہوا اور یہی متوارث ہے''۔

۱۲۔ علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی علیہ الرحمۃ (المتوفی: ۹۵۶ھ) طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''علم من هذه المسئلة ان التراويح عندنا عشرون ركعةً بعشر تسليمات وهو مذهب الجمهور وعند مالك ستة وثلثون ركعة احتجاجاً بعمل اهل المدينة وللجمهور مارواه البيهقى علیہ الرحمۃ باسناد صحيح عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر رضى الله عنه بعشرين ركعةً وعثمان رضى الله عنه وعلى رضى الله عنه مثله وهذا، كالاجماع''۔

''معلوم ہوا کہ بے شک ہمارے نزدیک تراویح بیس رکعات ہیں، دس تسلیمات

سے اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک چھتیس رکعات ہیں۔ وہ اہل مدینہ کے تعامل سے استدلال کرتے ہیں اور جمہور کی دلیل وہ روایت ہے، جس کو امام بیہقیؒ نے بسند صحیح روایت کیا، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ ۲۰ رکعات پڑھتے تھے، نیز حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور میں بھی اسی طرح پڑھتے تھے۔ یہ مثل اجماع کے ہے"۔

اور مؤطا میں یزید بن رومان سے روایت ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ رمضان میں وتر سمیت تئیس ۲۳ رکعات پڑھا کرتے تھے اور کتاب المغنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے، کہ آپ نے ایک شخص کو حکم دیا: کہ رمضان میں لوگوں کو بیس ۲۰ رکعتیں پڑھائیں۔

(کبیری: صلوٰۃ تراویح تحت قولہ والصحیح انھم یصلون فرادی، ص ۳۸۸، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ، ج ۶، کتاب اصلوٰۃ، مسائل تراویح، ص ۱۹۳)

۱۳۔ زین الدین بن إبراھیم بن محمد، المعروف بابن نجیم المصری علیہ الرحمہ (المتوفی: ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

"وَهُوَ قَوْلُ الْجُمْهُورِ لِمَا فِي الْمُوَطَّإِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً وَعَلَيْهِ عَمِلَ النَّاسُ شَرْقًا وَغَرْبًا"۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق ومنحۃ الخالق وتکملۃ الطوری: ج ۲، ص ۷۲-۷۱)

"تراویح بیس رکعات ہیں یہ اس کی مقدار (یعنی تعداد رکعات) کا بیان ہے اور یہ جمہور کا قول ہے، کیونکہ موطا میں یزید بن رومان سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمر بن

[Website: DifaAhleSunnat.com]

خطاب کے زمانے میں تیئس رکعات پڑھا کرتے تھے اور اس پر لوگوں کا مشرق سے لے کر مغرب تک (یعنی پوری اسلامی دنیا کا) عمل ہے"۔ 38

۱۴۔ نور الدین ابی الحسن الھروی المعروف ملا علی القاری علیہ الرحمۃ (المتوفی: ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں کہ: "لَكِنْ أَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلَى أَنَّ التَّرَاوِيحَ عِشْرُونَ رَكْعَةً"۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: ج ۳، ص ۳۴۶، الفصل الثالث، باب قیام شہر رمضان)

"تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیس رکعات تراویح ہونے پر اجماع کیا ہے"۔

۱۵۔ ملا علی القاری علیہ الرحمۃ (المتوفی: ۱۰۱۴ھ) شرح النقایۃ میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

"فصار إجماعاً۔ لما روی البیهقی بإسناد صحیح: أنهم کانوا یقیمون علی عهد عمر بعشرین رکعة، وعلی عهد عثمان وعلی رضی الله عنهم"۔

(فتح باب العنایۃ بشرح النقایۃ: ج ۱، ص ۳۴۲)

"پس (بیس رکعات) پر اجماع ہو گیا۔ کیونکہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے، کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ ایسے ہی خلافت عثمان اور خلافت علی رضی اللہ عنہما میں بھی"۔

۱۶۔ شیخ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی المصری علیہ الرحمۃ (المتوفی: ۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں:

"وهي عشرون ركعة" باجماع الصحابة رضي الله عنهم "بعشر تسليمات" كما هو المتوارث"۔

(مراقی الفلاح شرح متن نور الایضاح ونجاۃ الارواح: کتاب الصلاۃ، باب التراویح، ص ۱۶۰)

"تراویح اجماع صحابہؓ کے بموجب اس کی بیس ۲۰ رکعتیں ہیں دس سلاموں سے،

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جیسا کہ زمانہ سلف سے سلسلہ وار برابر چلا آرہا ہے ''۔

38

بیس رکعات سے کم تراویح پڑھنا گناہ ہے

بیس رکعات تراویح پر صحابہ کرام خصوصا خلفاء راشدین کا اجماع و دوام ثابت ہو چکا ہے۔ خلفاء راشدین کے اجماع و دوام کی وجہ سے بیس رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہیں کیونکہ خلفاء راشدین کا عمل بھی نبیؐ کے ارشاد مبارکہ کی وجہ سے سنت ہے۔ نبیؐ کا ارشاد مبارک ہے،

"علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ"،

(اخرجہ ابوداؤد وغیرہ، اسناد صحیح،)

اسی حدیث کی بناء پر علامہ ابن تیمیہ نے بھی اپنی کتاب فتاوی ابن تیمیہ، ج 22 میں خلفاء الراشدین کے عمل کو سنت کہا ہے۔ لہذا بیس رکعات سے کم تراویح پڑھنا گناہ ہوگا۔

نماز تہجد و تراویح جداگانہ نمازیں ہیں

نماز تراویح اور تہجد دونوں الگ الگ نمازیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ تمام محدثین نے کتب احادیث میں دونوں کے لئے الگ الگ ابواب باندھے ہیں تہجد کے لئے باب قیام اللیل کا باب باندھا ہے، جبکہ تراویح کے لئے باب قیام رمضان کا باب باندھا ہے۔ دیکھ لیجئے صحاح ستہ کے ساتھ ساتھ مجمع الزوائد، مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد، مشکوۃ، ریاض الصالحین، صحیح ابن حبان، سنن الکبریٰ للبیہقی وغیرھم۔ ان تمام محدثین نے تہجد و تراویح کے لئے جداگانہ ابواب قائم کرکے یہ ثابت کیا ہے، کہ یہ دونوں ایک نماز نہیں، بلکہ جداگانہ

ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ محدثین تراویح کے بعد اخیر شب میں الگ سے تہجد پڑھتے تھے۔ 38

نماز تہجد اور تراویح میں کئی وجوہ سے فرق ہے

(1): تہجد کا ثبوت قرآن کریم سے ہے،" ومن اللیل فتھجد بہ نافلۃ لک" جبکہ تراویح کا ثبوت صرف احادیث مبارکہ سے ہے۔

(2) : تہجد مکی دور میں مشروع ہوا ہے، جبکہ تراویح مدنی دور میں ۔(3): تہجد کی نماز پہلے فرض تھی پھر نفل بنی، جبکہ تراویح پہلے سے ہی سنت ہے۔(4): تہجد رات کے پچھلے حصے میں ادا کیا جاتا ہے، جبکہ تراویح رات کے ابتدائی حصے میں عشاء کے نماز کے بعد متصلاً ۔(5): تہجد رات کو سوکر اٹھنے کے بعد ادا کیا جاتا ہے، جبکہ تراویح سونے سے پہلے ادا کیا جاتا ہے۔

(6): تہجد رات کے کچھ حصے میں ادا کیا جاتا ہے، جبکہ تراویح کے لئے حدیث پاک کے الفاظ ہیں احیی اللیل کلہ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تراویح کے لئے پوری رات جاگتے رہے

(7): تہجد کے اندر پورا قرآن کریم پڑھنا سنت نہیں، جبکہ تراویح میں پورا قرآن کریم پڑھنا سنت ہے۔(8): تہجد کے لئے حدیث کے تمام کتابوں میں باب قیام اللیل کا باب آیا ہے جبکہ تراویح کے لئے حدیث کے تمام کتابوں میں باب قیام رمضان کا باب آیا ہے(9): تہجد پورا سال پڑھا جاتا ہے رمضان ہو یا غیر رمضان ۔جبکہ تراویح رمضان میں ہی پڑھا جاتا ہے۔(10): تہجد کی نماز ہمیشہ اکیلے پڑھی جاتی ہے، جبکہ تراویح کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے۔(11): نماز تہجد کے بعد وتر بھی اکیلے پڑھنا ہے، جبکہ تراویح کے بعد وتر

باجماعت ادا کیا جاتا ہے۔

38

بیس رکعات تراویح کا ثبوت غیر مقلدین کے گھر سے

مولانا نورالحسن بن نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب "العرف الجادی" ص، 84،، پر لکھتے ہیں، کہ بیس رکعات تراویح یا اسے زیادہ رکعات سے منع کرنے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

مولانا نذیر احمد رحمانی صاحب غیر مقلد اپنی کتاب "انوار المصابیح" ،ص 323 پر، حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں بیس رکعات تراویح کے متعلق لکھتے ہیں، کہ" فاروق اعظمؓ اسے کیوں روکتے ؟ یہ کوئی معصیت اور منکر کام تو نہیں تھا۔

فتاوی ستاریہ میں لکھا ہے کہ آٹھ رکعات سے زیادہ (بیس) رکعات تراویح پڑھنا بھی درست اور باعث اجر ہے۔ (فتاوی ستاریہ:3/19)

شیخ عنایت اللہ باجوڑی نے لکھا ہے، کہ آٹھ رکعات تراویح بھی جائز ہیں اور بیس رکعات بھی۔

(خطبات الباجوری :ص،۲۸۱ ۔ للشیخ عنایت اللہ ،ترابی پرنٹنگ پریس خار باجوڑ)

غیر مقلدین کا موجودہ امام شیخ امین اللہ کونڑی صاحب نے لکھا ہے، کہ یہ فتوی غلط ہے کہ آٹھ رکعات سے زیادہ تراویح پڑھنا درست نہیں، بلکہ آٹھ رکعات سے زیادہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ اور صفحہ ۴۱۵ پر خوب واضح کر کے لکھا ہے، کہ بیس رکعات تراویح پر عمل درست ہے۔ (الدین الخالص:۵/۳۹۷۔415،مکتبہ محمدیہ)

(شبہات غیر مقلدین اور انکے جوابات)

38

شبہ (۱):

عن أبی سلمة بن عبد الرحمن أنه أخبره أنه سأل عائشة کیف کانت صلوة رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فی رمضان ؟ فقالت ؛ (ما کان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعة ، یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن و طولهن ثم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن و طولهن ثم یصلی ثلاثا قالت : فقلت : یا رسول الله ! أتنام قبل أن توتر ؟ فقال : یا عائشة ! ان عینی تنام و لا ینام قلبی)۔

[الصحیح للبخاری ، کتاب التہجد ، باب قیام النبی صلی الله علیه وآله وسلم باللیل فی رمضان : ۱/۱۵۴]

ترجمہ : حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمن راوی ہے ، کہ انھوں نے حضرت عائشہ ؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رمضان کی نماز کے بارے میں دریافت کیا ، تو حضرت عائشہ ؓ نے جواب دیا : کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے ، اول چار رکعات پڑھتے ، ان کی عمدگی اور طوالت کیا خوب تھی ، پھر چار رکعات اسی طرح پڑھتے ، پھر تین رکعات پڑھتے ، حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہے : میں نے کہا یا رسول اللہ ! آپ وتر ادا کرنے سے قبل سوتے ہیں ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا : میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل بیدار رہتا ہے ۔

اس روایت سے غیر مقلدین حضرات رکعاتِ تراویح کی تعداد ثابت کرتے ہیں ، اس میں آٹھ رکعات تراویح اور تین وتر کا ثبوت ہے ۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جواب:(1)

38

عائشہؓ سے نبیؐ کی نماز کی کیفیت کے بارے میں سوال کیا گیا ہے، نہ کہ تعدادِ رکعات کے متعلق، یہی وجہ ہے کہ فرمایا :

،، لاتسئل عن حسنھن و طولھن ،،۔ اگر آپ تعداد ہی کے متعلق سوال پر مصر ہے، تو رکعاتِ تہجد کی تعداد صرف آٹھ نہیں ہے، بلکہ گیارہ اور تیرہ بھی منقول ہیں ۔ جبکہ آپ گیارہ اور تیرہ رکعات تراویح کے قائل نہیں ہے، تو تہجد کی صرف آٹھ رکعات پر تراویح کا اطلاق کرنا چہ معنی دارد؟

جواب :(2)

حدیث میں رمضان اور غیر رمضان میں آٹھ رکعت کا ذکر ہے، تو کیا آپ غیر رمضان میں بھی باجماعت آٹھ رکعات تراویح ادا کرتے ہیں؟ نیز اسمیں تین وتر کا ذکر ہے جبکہ غیر مقلدین حضرات ایک رکعت وتر کے قائل ہیں ۔ اگر ایک وتر مراد ہو پھر آٹھ رکعات تراویح نہیں ہوئے بلکہ دس رکعات ہوئے ۔

جواب : (3)

مذکورہ حدیث کا تعلق تہجد کیساتھ ہے، نہ کہ تراویح کیساتھ ۔ حدیث کا مطلب ہے ، کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح غیر رمضان میں تہجد پڑھتے تھے اسی طرح رمضان میں بھی تراویح کے علاوہ تہجد پڑھتے تھے ۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جواب : (4)

38

حضرت عائشہؓ نے فرمایا : کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکٹھے چار چار رکعتیں پڑھیں، جبکہ غیر مقلدین حضرات حدیث مذکورہ کی مخالفت کر کے دو دو رکعتیں تراویح پڑھتے ہیں۔

جواب: (5)

محدثین نے تہجد اور تراویح دونوں کو الگ الگ ابواب میں ذکر کر کے یہ بتایا ہے، کہ یہ دونوں مستقل الگ الگ نمازیں ہیں۔لہذا دونوں کو ایک نماز ماننا غلط ہے۔

محدثین کے ہاں بھی یہ روایت تراویح کے متعلق نہیں ہے، کیونکہ عموما محدثین حضرات کا طریقہ کار یہ رہا ہے، کہ تہجد کے لئے ،،باب قیام اللیل ،،اور تراویح کے لئے،،باب قیام رمضان ،، قائم کرتے ہیں۔جبکہ مذکورہ روایت کو تمام محدثین نے قیام اللیل کے باب میں لایا ہے۔اس سے بھی معلوم ہوا کہ اس روایت میں تہجد کا ذکر ہے، نہ کہ تراویح کا۔

جواب(6)

اگر مذکورہ حدیث تراویح کے متعلق ہے،تو نبی ؐ نے گھر میں انفرادی چار چار رکعات پڑھی ہے،تو آپ حضرات کیوں نبیؐ کی مخالفت کر کے باجماعت مسجد میں دو دو رکعتیں پڑھتے ہیں۔

جواب :(7)

شیخ امین اللہ کونڑی صاحب نے،،الدین الخالص: ۵/۳۹۷، مکتبہ محمدیہ،، میں اس روایت کا جواب دیا ہے، کہ حدیث عائشہؓ سے آٹھ رکعات پر دوام ثابت نہیں ہے، بلکہ

اسے زیادہ رکعات بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں۔ آگے ص ۴۰۰ پر لکھتے ہیں، کہ یہ فتوی غلط ہے، کہ آٹھ رکعات سے زیادہ تراویح پڑھنا درست نہیں، بلکہ آٹھ رکعات سے زیادہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ اور صفحہ ۴۱۵ پر خوب واضح کر کے لکھا ہے، کہ بیس رکعات تراویح پر عمل درست ہے۔

38

حاصل کلام یہی ہے، کہ اس روایت کا تراویح کیساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ تہجد کے بارے میں ہے اور تراویح و تہجد دونوں الگ الگ نمازیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تراویح باجماعت پڑھی جاتی ہے اور تہجد اکیلے میں۔ علامہ ابن حجرؒ نے [فتح الباری، کتاب صلوۃ التراویح: ۴/ ۳۱۴] پر لکھا ہے، کہ رمضان کی راتوں میں باجماعت نماز پڑھنے کو تراویح کہا جاتا۔

شبہ (2)

عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید أنه قال: (أمر عمر بن الخطاب أبی بن کعب و تمیما الدیری أن یقوما للناس باحدی احد عشرة رکعة)

[مؤطا امام مالک : ص ۹۸]

جواب :(۱)

غیر مقلدین کے نزدیک کسی بھی صحابی کا ذاتی فعل اور قول عبادات میں حجت نہیں، جبکہ اس مسئلہ میں صحابی کا قول پیش کیا ہے، لہذا اس سے آپ کا دعوی آٹھ رکعت تراویح کا ثابت نہیں ہوگا ۔ نیز مذکورہ حدیث میں آٹھ کی بجائے گیارہ رکعات کا ذکر ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

جواب:(۲)

38

مذکورہ روایت شدید اضطراب کی وجہ سے ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔وجہ اضطراب یہ ہے، کہ محمد بن یوسف سے پانچ شاگردوں نے رکعاتِ تراویح کی تعداد مختلف نقل کی ہے۔

۱۔ امام مالکؒ نے گیارہ رکعات ذکر کی ہے ۔ [مؤطاامام مالک]

۲۔ یحیٰ بن قطان نے گیارہ ذکر کی ہے ۔ [مصنف ابن ابی شیبہ]

۳۔ عبدالعزیز بن محمد نے گیارہ ذکر کی ہے۔

(سنن سعید بن منصور، 1/ 349 ۔بحوالہ رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ)

۴ ۔ داؤد بن قیس نے اکیس ذکر کی ہے۔ [مصنف عبدالرزاق]

۵۔ محمد بن اسحاق نے تیرہ ذکر کی ہے(قیام اللیل بحوالہ بالا:ص،203)

اس اضطراب کے ہوتے ہوئے مذکورہ روایت سے استدلال درست نہیں ہے ۔

جواب(۳)

اس روایت کا مرکزی راوی سائب بن یزیدؓ اور امام مالکؒ کا اپنا عمل بیس رکعات تراویح کا ہے۔اور یہ بات مسلم ہے، کہ جب راوی کا فعل اپنے قول کے خلاف ہو تو یہ قول کے ساقط ہونے پر دال ہے۔

دلائل غیر مقلدین کا مشترک جواب

ایک طرف غیر مقلدین حضرات تراویح کا انکار کرتے ہیں، جبکہ دوسری طرف آٹھ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

تراویح کے اثبات کے لئے سینہ زوری بھی کرتے ہیں۔

38

نبیؐ سے آٹھ رکعات تراویح کے اثبات پر ایک حدیث بھی غیر مقلدین پیش نہیں کر سکتے ،آٹھ رکعات تہجد والی روایت کو تراویح پر محمول کرنا حدیث میں تحریف معنوی ہے ،جسکے تفصیلی جوابات ہم ماقبل میں دے چکے ہیں۔

نیز آٹھ رکعات تراویح پر حضرت عمرؓ کا اپنا عمل اور حکم بھی پیش نہیں کر سکتے ،زیادہ سے زیادہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں لوگ آٹھ رکعات تراویح پڑھتے تھے۔حالانکہ لوگوں کا پڑھنا الگ چیز ہے اور حضرت عمرؓ کا آٹھ رکعات کا حکم کرنا یا اپنا عمل الگ چیز ہے۔

بیس رکعات تراویح کو اجماع صحابہ کی تائید اور تلقی بالقبول حاصل ہے بخلاف آٹھ رکعات تراویح کے۔

غیر مقلدین حضرات آٹھ رکعات تراویح کے اثبات کے لئے زیادہ سے زیادہ صحابہ کرام کا عمل پیش کرتے ہیں۔جبکہ صحابی کا قول ،فعل احکام میں غیر مقلدین کے ہاں حجت نہیں ہے۔لہذا غیر مقلدین کا صحابہ کرام کے عمل سے آٹھ رکعات پر استدلال بھی درست نہیں ہے۔

غیر مقلدین سے تراویح کے متعلق چند سوالات

غیر مقلدین حضرات سے تراویح کے متعلق چند ایسے سوالات جن کا جواب غیر مقلدین حضرات اپنے اصول کے مطابق فقط قرآن وحدیث دینگے۔

(1): غیر مقلدین حضرات اس نماز کو نماز تراویح کہتے ہیں، تو کیا اس نماز کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح رکھا ہے؟

38

(2): غیر مقلدین آٹھ رکعات تراویح پورا ماہ رمضان پڑھتے ہیں، کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز تراویح پورا ماہ رمضان پڑھی ہے؟

(3): غیر مقلدین پورے رمضان میں نماز عشاء کے فورا بعد تراویح پڑھتے ہیں، کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عشاء کے فورا بعد تراویح سارا مہینہ پڑھا ہے؟

(4): غیر مقلدین سارا مہینہ تراویح مسجد میں پڑھتے ہیں، کیا نبی پاک ؑ نے بھی رمضان المبارک کے سارے مہینہ میں تراویح مسجد میں ادا کی ہے؟

(5): غیر مقلدین نماز تراویح کے بعد سوتے ہیں، کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کے کسی ایک رات میں بھی سونا ثابت ہے؟

(6): غیر مقلدین رمضان المبارک میں تراویح میں ایک یا دو قرآن پاک ختم کرتے ہیں، کیا نبی کریم نے پورا مہینہ تراویح میں مکمل ایک یا زیادہ قرآن کریم ختم کیئے ہیں؟

(7): کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح و تہجد کو ایک کہا ہے؟ اگر کہا ہو تو ثابت کر دیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ثابت کریں کہ آپ کے ہاں ایک نماز 11 مہینے نفل رہتی ہے اور وہی نماز رمضان المبارک میں سنت مؤکدہ بن جاتی ہے۔ اس پر کیا دلیل ہے؟

مذکورہ تمام سوالات کا جواب غیر مقلدین حضرات اپنے اصول کے مطابق فقط قرآن و صحیح حدیث سے دیں۔ کسی امتی یا صحابی کا قول پیش نہ کریں۔ کیونکہ یہ آپکے ہاں حجت

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نہیں ہے۔

38

حاصلِ کلام :

حاصلِ کلام یہ ہوا ، کہ بیس رکعات تروایح کا اثبات قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس اقترانی سے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانے سے لے کے آج تک ساڑھے چودہ سو سال زمانے کے تمام مسلمانوں کا اور خصوصا حرمین شریفین کا تعامل تواتر سے بیس رکعات تراویح کا رہا ہے۔

آٹھ رکعات تراویح باجماعت پورے رمضان میں، نماز عشاء کے فورا بعد مع ختم قرآن کے نہ نبیؑ سے ثابت ہیں اور نہ خیر القرون کے زمانے میں اس کا وجود تھا نیز آٹھ رکعات کو تراویح کہنا لغت اور شریعت دونوں کے اعتبار سے غلط ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

مقدمہ مؤلف

38

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنے رب کی رحمت کا محتاج بندہ اسماعیل بن محمد انصاری کہتا ہے:

الحمد للہ رب العالمین ، والصلاۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد سید المرسلین ، وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین ۔ وبعد

شیخ ناصر ألبانی نے تراویح کے متعلق ابن خصیفہ کی حدیث کی جو تضعیف کی ، اس رسالہ میں، میں نے اس کی تردید کی ہے، اور ناصر ألبانی نے اس حدیث کی تضعیف اس لئے کی ہے تاکہ یہ حدیث تراویح کے متعلق اس کے باطل دعویٰ کے مقابل نہ آئے ۔ کیونکہ اس کا دعوٰی ہے، کہ تراویح نوافل مطلقہ نہیں ہیں اور گیارہ رکعات پر تراویح کو زیادہ کرنا ایسا ہے، جیسے ظہر (کی چار رکعات) پر پانچویں رکعت زیادہ کرنا۔

یہ تحقیق 1380ھ میں مجلہ ''رأیۃ الاسلام'' میں بھی شائع ہو چکی ہے۔ جو کہ ریاض سے چھپتا تھا۔ اور پھر ریاض ہی سے 1384ھ میں مستقل رسالہ کی شکل میں طبع ہوا۔ اب چونکہ اس کے نسخے ختم ہو چکے ہیں، اس لئے نفع کی امید پر دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

اس رسالہ کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

☆ حدیثِ یزید بن خصیفہ کا ذکر اور اس کی تصحیح کرنے والے ائمہ کا تذکرہ۔

☆ اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے حوالہ سے شیخ البانی کی مستندات کا بیان۔

☆ البانی کے مستندات کا بیان۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

☆ تراویح کے نوافل مطلقہ ہونے کا اثبات اور یہ کہ تراویح میں زیادتی ،ظہر میں زیادتی کی طرح نہیں۔ 38

{20 رکعات کے متعلق حدیث یزید بن خصیفہ اور اس کو صحیح قرار دینے والے آئمہ عظام}

امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب ''السنن الکبریٰ'' کے باب ''ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان'' 2/ ۴۹۶ میں یزید بن خصیفہ کے حوالے سے سائب بن یزید سے نقل کیا ہے کہ ''حضرت عمرؓ بن خطاب کے دور میں لوگ رمضان کے اندر بیس رکعات (تراویح) پڑھتے تھے''۔

اس روایت کو امام نوویؒ نے اپنی کتاب ''خلاصہ'' اور ''مجموعہ''، امام زیلعیؒ نے ''نصب الرایہ''، امام سبکیؒ نے ''شرح المنہاج''، ابن عراقی نے ''طرح التثریب''، علامہ عینیؒ نے ''عمدۃ القاری''، امام سیوطیؒ نے ''المصابیح فی صلاۃ التراویح''، مُلّا علی قاریؒ نے ''شرح الموطا''، امام نیمویؒ نے ''آثار السنن'' اور دوسرے بہت سارے حضرات نے صحیح قرار دیا ہے۔

ان سب کے باوجود شیخ اَلبانی نے اپنے رسالہ میں گیارہ رکعات تراویح پر اضافہ کرنے کا انکار کیا، اور مبارکپوری کی تقلید کرتے ہوئے مذکورہ روایت کو ضعیف کہا۔

{حدیثِ یزید بن خصیفہ کی تضعیف کے لئے شیخ اَلبانی کی مستندات}

درج ذیل چند امور کی وجہ سے شیخ اَلبانی نے مذکورہ روایت کی تعلیل کی ہے۔

(1): حضرت عمرؓ کا ابیؓ بن کعب اور تمیم داریؓ کو 11 رکعات پڑھانے کا حکم

امام مالکؒ نے اپنی ''مؤطا'' میں محمد بن یوسف کے حوالہ سے سائب بن یزید سے نقل کیا ہے

[Website: DifaAhleSunnat.com]

کہ ''حضرت عمرؓ نے اُبی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ کو حکم دیا، کہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھایا کرو۔'' 38

شیخ اَلبانی کے گمان کے مطابق یہ روایت پہلی روایت کی بنسبت اولیٰ ہے، اس لئے کہ پہلی روایت کے راوی ''یزید'' کو امام احمد بن حنبلؒ نے منکرالحدیث کہا ہے، جس کو امام ذھبیؒ نے ''المیزان'' میں نقل کیا ہے۔ اوراس کی روایت میں اضطراب بھی ہے۔ کیونکہ ایک میں 21 اور ایک میں 23 منقول ہے، جبکہ محمد بن یوسف ایک تو سائب کے قرابتدار ہے اور دوسرا حافظ ابن حجر نے اس کو ''ثقہ ثبت'' لکھا ہے، اور ''تقریب التہذیب'' کے اندر ابن حجرؒ نے یزید بن حصیفہ کی توثیق میں اقتصار کیا ہے، اس کے علاوہ محمد بن یوسف کی روایت رواۃ کے اختلاف سے بھی محفوظ ہے۔

(2): نبیؐ کا ابیؓ بن کعب کی 8 رکعات تراویح پڑھانے پر سکوت ورضامندی

محمد بن نصر اور ابو یعلیٰ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ اُبی بن کعبؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، کہ یا رسول اللہ! رمضان کی رات میرے ساتھ ایک معاملہ پیش آیا، حضورؐ نے فرمایا: کیسا معاملہ؟ اس نے عرض کیا! حضور میرے گھر کی خواتین نے کہا ہے، کہ ہم قرآن نہیں پڑھ سکتیں پس تمہارے پیچھے نماز پڑھ لیتی ہیں اور پھر میں نے ان کو آٹھ رکعات اور وتر پڑھا دی، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے جو کہ رضامندی کا انداز تھا۔

(3): امام مالک کا 20 رکعات تراویح سے انکار

38

جوری نے امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ ''میرے نزدیک حضرت عمرؓ نے لوگوں کو گیارہ رکعات پر جمع کیا۔ اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز تھی۔ کسی نے عرض کیا، وتر کے ساتھ گیارہ رکعات؟ فرمایا: ہاں، اور تیرہ رکعات بھی قریب ہے، میں نہیں جانتا کہ یہ زیادہ رکعتیں کہاں سے بنائی گئی ہیں؟

اس سے شیخ اُلبانی نے گمان کرلیا کہ امام مالکؒ بیس رکعات کے منکر ہیں۔ اور یہ کہ ابن العربی مالکی بھی ''عارضۃ الاحوذی'' میں امام مالکؒ کے پیچھے گئے ہیں۔

(4): "رُوِيَ" صیغہ مجہول سے 20 رکعات تراویح کے ضعف پر استدلال

امام شافعیؒ اور امام ترمذیؒ کا بیس کے عدد کے لئے ،، رُوِیِ ،، مجہول کا صیغہ استعمال کرنا۔ ''مختصر المزنی'' میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ نے فرمایا: میں نے مدینہ میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ انتالیس رکعتیں پڑھتے تھے اور مجھے بیس پسند ہیں، اس لیے کہ یہی ابن عمرؓ سے منقول ہیں، اور اسی طرح لوگ مکہ میں پڑھتے تھے۔

اور امام ترمذیؒ اپنی ''جامع'' میں لکھتے ہیں کہ ''اور اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعات کا ہے، جو کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے منقول ہے۔ اور یہی قول سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے اور امام شافعیؒ نے فرمایا: میں نے مکہ میں لوگوں کو اسی پر عمل کرتے ہوئے پایا۔

شیخ اُلبانی کہتا ہے، کہ مذکورہ عبارتوں میں امام شافعیؒ اور امام ترمذیؒ نے ''رُوِیِ''

[Website: DifaAhleSunnat.com]

مجہول کا صیغہ استعمال کیا ہے جس سے یہ ثات ہوتا ہے، کہ صحابہؓ سے اس (بیس) رکعات کا ثبوت ضعیف ہے، کیونکہ امام نوویؒ کہتا ہے کہ محققین ائمہ کے ہاں ''رُوِی'' مجہول کا صیغہ تمریض کیلئے ہے اور امام ترمذیؒ اور امام شافعیؒ محققین ائمہ میں سے ہیں۔[38]

(5): رکعات تراویح کے متعلق شیخ البانی کا وھم

امام ابن تیمیہؒ کا وہ قول جس میں انہوں نے ایک رافضی کا تعاقب کیا ہے، رافضی نے کہا، کہ حضرت علیؓ دن رات میں ہزار رکعتیں پڑھتے تھے۔ تو امام ابن تیمیہؒ نے کہا کہ'' اگر یہ ممکن بھی ہو تب بھی حضرت علیؓ سنت کو خوب جاننے اور اس کی پیروی کرنے والے تھے، وہ (سنت کی) ایسی مخالفت کیسے کر سکتے ہیں۔

شیخ اُلبانی کا کہنا ہے، کہ غور فرمائیں کہ ابن تیمیہؒ نے حضرت علیؓ کی سنت پر زیادتی سے کیسی پاکی بیان کی ہے، یہاں شیخ اُلبانی کا مقصد یہ ہے، کہ گویا حضرت علیؓ بیس رکعات تراویح پر رضامند نہیں (کہ یہ سنت کی مخالفت ہے)۔

(6) حدیث عائشہ سے 11 رکعات پر استدلال

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات پر زیادتی نہیں کرتے تھے۔

ان امور کے ذریعے اُلبانی نے حدیثِ یزید بن خصیفہ کا معارضہ کیا ہے۔

{اُلبانی کی مذکورہ بالا مستندات کے دو جواب: مجمل اور تفصیلی}

ہم اُلبانی کے ذکر کردہ امور سے ایک مجمل اور دوسرا مفصل جواب دیں گے۔

مجمل جواب

38

مجمل جواب تو یہ ہے، کہ جب کسی حدیث کی معنیٰ کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے، جیسا کہ حدیثِ یزید بن خصیفہ کا معاملہ ہے، تو اس کی اسانید کے تتبع کا احتیاج باقی نہیں رہتا اس لئے کہ یہ تلقی قبولیت کے اعلیٰ صفات میں سے ہے۔

خطیب نے ''الفقیہ و المتفقہ'' میں قضا کے متعلق حدیثِ معاذ پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ ''اہل علم کی طرف سے اس کو تلقی حاصل ہے اور انہوں نے اس کو دلیل بنایا ہے، پس یہی ان کی طرف سے اس کی صحت کی اطلاع ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کی حدیث (لا وصیۃ لوارث) وارث کیلئے وصیت نہیں ہے'' اور سمندر کے متعلق کہ (ھوالطھور ماء ہٗ) اس کا پانی پاک ہے'' اور نبیؑ کا قول: (اذا اختلف المتبایعان في الثمن و السلع قائمۃ تحالفا و ترادا البیع) جب دو بیع کرنے والے ثمن میں اختلاف کریں '' اور (الدیۃ علی العاقۃ) دیت عاقلہ پر ہے، کا معاملہ ہے۔

مذکورہ احادیث سند کے اعتبار سے اگرچہ ثابت نہیں ہے، لیکن جب ایک بڑی تعداد نے اس کو لے لیا ہے، تو محدثین کے ہاں بغیر طلب اسناد کے یہ صحیح قرار پائی۔ اسی طرح جب حدیث معاذ سے سب نے استدلال کر لیا، تو یہ بھی طلب اسناد سے بے نیاز ہوئی۔ اور اسی کو ابن القیمؒ نے ''اعلام الموقعین'' میں نقل کر کے پسند کیا ہے۔

امام سیوطیؒ نے ''تدریب الراوی'' میں لکھا ہے، کہ اگرچہ ایک حدیث کیلئے صحیح سند نہ بھی ہو لیکن جب اس کو لوگوں کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہو جائے، تو اس پر حدیث

صحیح کا حکم لگایا جائے گا۔

علامہ ابن عبدالبر نے ''الاستذکار'' میں ترمذی سے حکایت کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ امام بخاری نے ''ھو الطھور ماءہ'' کو صحیح قرار دیا ہے، حالانکہ محدثین اس طرح کی سند والی حدیث کو صحیح نہیں کہتے۔ لیکن میرے نزدیک بھی یہ حدیث صحیح ہے۔ اس لئے کہ علماء کی طرف سے اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ اور ''التمہید'' میں لکھا ہے، کہ حضرت جابرؓ نے حضورؐ سے نقل کیا ہے کہ ''ایک دینار چوبیس قیراط کا ہوتا ہے'' کہتے ہیں، کہ علماء کے قول اور لوگوں کا اس کے معنیٰ پر اجماع کی وجہ سے یہ حدیث اسناد سے بے نیاز ہے۔

امام صنعانی نے ''توضیح الافکار'' میں لکھا ہے کی حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا: قبولیت کی صفات میں سے وہ صفات جن کو ہمارے شیخ (زین العابدین) نے اپنی منظومہ اور اس کی شرح میں ذکر نہیں کیا، ایک یہ بھی ہے، کہ حدیث کے مدلول پر عمل کرنے پر علماء کا اتفاق ہو، اس لئے وہ مقبول بلکہ اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ اور اس بات کی ائمہ اصول کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے، اس کی مثال امام شافعیؒ کا قول ہے، کہ جب پانی کا ذائقہ، بو اور رنگ کسی نجس چیز کی وجہ سے بدل جائے، تو وہ پانی نجس ہو جاتا ہے۔ یہ روایت نبی کریمؐ سے اس طریق سے مروی ہے جو کہ محدثین کے ہاں ثابت نہیں مانی جاتی۔ لیکن یہی سب کا قول ہے اور اس میں کسی کے اختلاف کا مجھے علم نہیں ہے۔

اسی طرح حدیث ''لا وصیۃ لوارث'' کے متعلق فرمایا: اہل علم کے ہاں بطور حدیث کے یہ ثابت نہیں ہے، لیکن اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور اس پر عمل کیا گیا ہے۔ اور اس

[Website: DifaAhleSunnat.com]

میں کوئی شک نہیں کہ بیس رکعات تراویح کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔

علامہ ابن البرؒ کہتے ہیں، کہ صحابہ کرامؓ کے اختلاف کے بغیر اسی صحیح طریق پر اُبی بن کعبؓ سے منقول ہے۔[38]

امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں فرمایا ہے، کہ اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعات کا ہے جو کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے منقول ہے اور یہی قول سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے اور امام شافعیؒ نے فرمایا: میں نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو اس پر عمل کرتے ہوئے پایا۔

ابن رشد نے اپنی کتاب ''ہدایۃ المجتہد'' میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ کا ایک قول اور امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام داؤدؒ کا یہی مسلک ہے، یعنی وتر کے علاوہ بیس رکعات تراویح پڑھنا۔

ابن عبد البر لکھتے ہیں ''یہ جمہور علماء کا قول ہے اور ہمارے نزدیک بھی یہی مختار ہے''۔ جس کو ابن العراقی نے ''طرح التثریب'' میں نقل کیا ہے۔ ابن العراقی کہتے ہیں، کہ اسی کو امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور جمہور نے لیا ہے۔ اور اس کو ابن اُبی شیبہ نے اپنی ''مصنف'' میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، اُبی بن کعبؓ شہیر بن شکل، ابن اُبی ملیکہ، حارث ھمدانی اور ابوالبختری سے روایت کیا ہے۔

امام ابن تیمیہؒ نے ''الفتاویٰ'' میں لکھا ہے، کہ ثابت ہو گیا کہ حضرت اُبی بن کعبؓ رمضان کے اندر لوگوں کو بیس رکعات پڑھاتے تھے اور بہت سارے علماء نے اسی کو سنت کہا

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ہے، اس لئے کہ یہ مہاجرین وانصار صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوااور کسی نے اس پر نکیر نہیں کی۔ 38

”مجموعہ الفتاوٰی النجدیہ“ میں ہے کہ شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے تراویح کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا: جب حضرت عمرؓ نے لوگوں کو اُبی بن کعبؓ پر جمع کیا، تو اس وقت ان کی نماز بیس رکعات ہوا کرتی تھی۔

اس کے علاوہ بھی بہت ساری روایات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے، کہ سلف وخلف کی طرف سے تراویح کی گیارہ رکعات پر زیادتی کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ لہٰذا حدیثِ یزید بن خصیفہ کی تصحیح کے لئے یہ تلقی ہی کافی ہے باوجود یہ کہ آگے ہم اس کی سند کی صحت کو بھی بیان کریں گے۔

{تفصیلی جواب}

تفصیلی جواب درج ذیل ہے۔

اعتراض نمبر 1:

بیس رکعات تراویح کی روایت کی تضعیف اور یزید بن خصیفہ پر جرح کا جواب

یزید بن خصیفہ مشہور تابعی ہے اور اثرم کی روایت میں امام احمدؒ، ابوحاتمؒ، نسائیؒ اور ابن سعدؒ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے، یحیٰ بن معینؒ نے اس کو ثقہ حجت لکھا ہے، امام مالک اور دوسرے تمام ائمہ نے اس کی روایات سے استدلال کیا ہے۔ امام ابن حبانؒ نے اس کو ثقات میں شمار کیا ہے اور اس کی مزید تفصیل حافظ ابوالحجاج مزی کی کتاب ”تہذیب الکمال“ اور

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ابن حجر کی ''تہذیب التہذیب'' اور ھدی الساری'' میں موجود ہے۔

اور آجری نے ابو داؤدؒ کے حوالہ سے امام احمدؒ کا یزید بن خصیفہ کے متعلق جو منکر الحدیث[38] ہونے کا قول نقل کیا ہے اور اَلبانی نے اس کو لیا ہوا ہے، تو اس کے جواب میں ہم حافظ ابن حجرؒ کا ''ھدی الساری'' میں اس کے بعد والی عبارت پیش کرتے ہیں'' یہ منکر الحدیث والے لفظ کا اطلاق امام احمدؒ اس پر کرتے ہیں جو کسی حدیث میں اپنے ہم عصروں سے جدا ہو اور یہ اس کے احوال کی استقراء سے معلوم ہو''

لہٰذا ابن حجرؒ کے کلام سے معلوم ہوا کہ امام احمدؒ کا لفظ ''منکر الحدیث'' کسی راوی کے اندر طعن کے لئے نہیں ہوتا، بلکہ اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ راوی اپنے ہم عصروں سے بعض احادیث میں متفرد ہے۔ اور امام ذھبیؒ نے ''المیزان'' میں علی بن مدینی کے احوال میں لکھا ہے'' وہ ثقہ اور حافظ ہے اور وہ جن احادیث میں متفرد ہو تو ان کا درجہ اور بھی ارفع و اکمل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ اپنے ہم عصروں کی بنسبت علم الاثر اور اس کی ضبط میں وہ بڑھ کر ہے، ہاں البتہ جب اس کی غلطی اور وہم ظاہر ہو جائے تو واضح معلوم ہو جاتا ہے''۔

آگے امام ذھبیؒ فرماتے ہیں، ہر چیز کا منبع و مرجع صحابہ کرامؓ ہی ہیں اور ان میں سے ہر کوئی بعض سنتوں میں متفرد ہے، تو کیا پھر یہ کہا جائے گا کہ اس حدیث کا متابع نہیں ہے۔ اور پھر تابعین کا بھی یہی حال ہے کہ ان میں بعض کے پاس ان چیزوں کا علم ہے جو دوسروں کے پاس نہیں ہے۔ اور یہ بات تو بالکل واضح ہے، کہ حدیثِ تراویح میں یزید بن خصیفہ غلط ہوئے ہیں اور نہ ہی متفرد ہیں۔

امام ذھبیؒ کا یزید بن خصیفہ کو ''المیزان'' میں ذکر کرنا ان کی تضعیف نہیں ہے۔ جیسا کہ اُلبانی کا زعم باطل ہے۔ اس لئے کہ امام ذھبیؒ نے ''المیزان'' کے آخر میں لکھا ہے کہ[38] '' اس (المیزان) کا اصل موضوع تو ضعفاء ہے لیکن بہت سارے ثقات کو بھی اس میں ذکر کیا ہے تا کہ ان سے قدح کو دور کیا جا سکے۔ کیونکہ وہ ایسی شخصیات ہیں کہ بطورِ تضعیف کے ان میں کسی قسم کا کلام مؤثر نہیں ہے۔ کیونکہ ایک ثقہ راوی جعفر بن اِیاس واسطی کے متعلق لکھتے ہیں، کہ اس کو ابن عدی نے '' کامل'' میں (ضعیف) ذکر کیا ہے جو کہ اس کی غلطی ہے۔

حماد بن ابو سلیمان کے متعلق لکھتے ہیں کہ '' اگر ابن عدی نے '' کامل'' میں اس کو ذکر نہ کیا ہوتا تو میں ہرگز ذکر نہ کرتا''۔

ثابت بنانیؒ کے بارے میں فرمایا: کہ '' ثابت اپنے نام کی طرح ثابت ہے، اگر ابن عدی اس کو ذکر نہ کرتے تو میں ہرگز نہ کرتا''۔

حمید ابن ھلال کے متعلق لکھتے ہیں کہ '' اس کو کامِل ابن عدی میں ذکر کیا گیا ہے، اس لئے میں نے ذکر کیا، ورنہ حجت ہے'' ۔

اویس قرنیؒ کے متعلق فرمایا: کہ '' امام بخاریؒ اویس قرنیؒ کو ضعفاء میں ذکر نہ کرتے تو میں ہرگز ذکر نہ کرتا، کیونکہ وہ تو اللہ کے نیک ولی ہیں۔''

مشہور حافظ عبد الرحمٰن ابن اُبی حاتم کے متعلق فرمایا: کہ '' میں اس کو ذکر نہ کرتا اگر ابو الفضل سلیمانی اس کو ذکر نہ کرتے، اور اس نے برا کیا''۔

اس موضوع پر امام ذھبیؒ کا مستقل رسالہ موجود ہے۔ جس کے آغاز میں حضرت

فرماتے ہیں کہ ''میں نے المیز ان میں بہت سارے ایسے ثقہ راویوں کا تذکرہ کیا ہے جن کو امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور دوسرے ائمہ حجت مانتے ہیں۔ میرے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے، کہ بعض لوگوں نے جرح کی کتابوں میں ان کے نام لکھے ہیں۔ جبکہ میں نے ان کو ضعف کی وجہ سے ذکر نہیں کیا، بلکہ ان کی صحیح پہچان کے لئے ذکر کیا ہے۔ 38

اور پھر امام ذھبیؒ نے بہت سارے ایسے ثقات کا ذکر کیا جن کے متعلق غیر مؤثر کلام کیا گیا ہے۔

اور امام بخاریؒ، امام مسلمؒ دونوں ائمہ کا یزید بن خصیفہ کے ذریعے استدلال کرنا اُلبانی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اور جہاں تک یزید بن خصیفہ کی روایت میں اضطراب کی بات ہے، تو ان سب کے درمیان جمع کرنا ممکن ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں فرمایا'' بیس پر زیادہ رکعات میں جو اختلاف ہے وہ وتر کی وجہ سے ہے۔ گویا کبھی آپؐ ایک رکعت کے ساتھ اور کبھی تین رکعات کے ساتھ وتر پڑھتے تھے۔ یہ اُلبانی کے لئے کافی ہے، اس کے علاوہ یزید بن خصیفہ کی بنسبت محمد بن یوسف کی روایت میں زیادہ اختلاف واقع ہے۔ جیسا کہ امام مالکؒ نے مؤطا میں محمد بن یوسف کے حوالہ سے سائب بن یزید سے نقل کیا ہے، کہ حضرت عمرؓ نے اُبی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھایا کریں۔ جب کہ محمد بن نصر مروزی نے ''قیام رمضان'' میں محمد بن اسحاق کے طریق سے تیرہ رکعات نقل کی ہیں۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

عبدالرزاق نے اپنی ''مصنف'' میں داؤد بن قیس وغیرہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ محمد بن یوسف نے سائب سے اکیس رکعات نقل کی ہیں۔ 38

پس اگر صرف اختلاف ہی کی وجہ سے روایت کے اندر اضطراب آتا ہے تو یزید بن خصیفہ کی بنسبت محمد بن یوسف کی روایت اضطراب کے زیادہ قریب ہے، لیکن اہل علم کے ہاں امکان کی حد تک مختلف روایات کے درمیان جمع ضروری ہے، اس لئے حافظ ابن حجرؒ نے ان روایات کے درمیان جمع کرتے ہوئے فتح الباری میں فرمایا: کہ'' مختلف احوال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان روایات کے درمیان جمع ممکن ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے، کہ یہ اختلاف قرأت کے طویل اور مختصر ہونے کی وجہ سے ہو کہ جب قرأت طویل ہو تو رکعات کم ہوں یا اس کے برعکس ہو، اور اس کو داؤدی وغیرہ نے لازم پکڑا ہے۔

حافظ ابن عبدالبر اور ابوبکر ابن العربی کا خیال ہے کہ گیارہ رکعات امام مالکؒ کا وہم ہے۔ اصل میں اکیس رکعات ہیں۔

شیخ اَلبانی کا عبدالرزاق کے متعلق یہ کہنا ہے کہ اگر محمد بن یوسف کی طرف سے یہ (روایت) محفوظ بھی ہو تو عبدالرزاق کی طرف سے معلول ہے کیونکہ اگرچہ وہ ثقہ، حافظ اور مشہور مصنف ہیں، لیکن آخری عمر میں ان کی بینائی چلی گئی تھی اور ان کی حالت بدل گئی تھی۔ اس کے بعد اَلبانی نے کہا کہ اب معلوم نہیں کہ یہ روایت حالت کی تبدیلی سے پہلے کی ہے یا بعد کی؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے تو عبدالرزاق اور محمد بن یوسف کے درمیان واسطہ

جلیل القدر امام داؤد بن قیس ہے۔ جس کے متعلق ابن حجرؒ نے ''تہذیب التہذیب'' میں امام شافعیؒ، امام احمدؒ، ابن معینؒ، علی بن مدینیؒ، ابوزرعہؒ، ابوحاتمؒ، ابن سعدؒ، نسائیؒ، قعنبیؒ [38]، اور ابن حبانؒ جیسے حضرات سے توثیق نقل کی ہے۔

اورعبدالرزاق تو بہت بڑے امام ہیں، حافظ ابن حجر ''ھدی الساری'' میں ان کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ حفاظ اور اثبات میں سے ہیں۔ عباس بن عبدالعظیم غبری کو چھوڑ کر باقی سب أئمہ نے ان کی توثیق کی ہے اور عباس نے بھی جو کلام کیا ہے، اس میں انہوں نے افراط سے کام لیا ہے، جس پر کوئی بھی اس کے موافق نہیں ہے۔ ابوذرعہ دمشقی کہتے ہیں، کہ ایک مرتبہ امام احمد سے پوچھا گیا کہ ابن جریج کے حوالہ سے عبدالرزاق اور محمد بن بکر البرسانی میں سے کون زیادہ أثبت ہیں؟ امام احمدؒ نے جواب دیا: عبدالرزاق۔

عباس دوری نے ابن معین سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ معمر کی جو حدیث ہشام سے منقول ہے اس کے لئے عبدالرزاق أثبت ہے۔ یعقوب بن شیبہ نے علی بن مدینی سے نقل کیا ہے کہ مجھ سے ہشام بن یوسف نے کہا کہ عبدالرزاق ہم میں زیادہ جاننے والے اور حافظ تھے اور پھر اس کی خوب تعریف کی۔

حافظ ابوالحجاج مزی نے اپنی کتاب ''تہذیب الکمال'' میں لکھا ہے، کہ عبدالرزاقؒ نے فرمایا: کہ مجھ سے تین آدمیوں نے روایات لکھی ہیں اور مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ ان تینوں کے علاوہ اور کوئی مجھ سے کچھ نہ لکھے۔ ان تینوں میں سے ایک ابن شاذکونی ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ حافظہ والے ہیں اور دوسرا اسحٰی بن معین ہے جو سب سے زیادہ

جاننے والے ہے اور تیسرا احمد بن حنبل ہے، جو سب سے زیادہ زاہد ہیں۔

اس لئے تو امام ذھبیؒ نے ''المیزان'' میں علی بن مدینی کے احوال میں فرمایا: کی اگر علی[38] اور اس کے شاگرد محمد اور اس کے شیخ عبدالرزاق اور عثمان بن ابی شیبہ، ابراہیم بن سعد، عفان، ابان عطار، اسرائیل، ازھر سمان، بہز بن اسد، ثابت بنانی اور جریر بن عبدالحمید کی حدیث کو چھوڑ دیا جائے تو، ہم سارا دروازہ ہی بند کر دیں گے، خطاب منقطع ہو جائے گا، آثار مٹ جائیں گے، زنادقہ غالب ہو جائیں گے اور دجال نکل آئیں گے۔

جہاں تک عبدالرزاق کے نابینا ہونے کے بعد تغیر کی بات ہے، تو وہ اس کی تصنیفات پر اثر انداز نہیں ہے۔ کیونکہ امام احمدؒ نے اُثرم کی روایت کے ذیل میں فرمایا: کہ'' جس نے اس سے نابینا ہونے کے بعد سنا وہ کچھ بھی نہیں اور جو کچھ ان کی کتابوں میں ہے وہ صحیح ہے اور جو ان کی کتابوں میں نہیں ہیں اس کی آپ کو تلقین کی جاتی تب آپ کو یاد آ جاتا۔''

یہی بات ''ھدی الساری'' میں مذکور ہے اور اُلبانی نے جس روایت پر طعن کیا ہے وہ ان کتابوں میں مذکور ہے جن کی امام احمدؒ نے تعریف کی ہے۔ اور جہاں تک محمد بن یوسف کی سائب بن یزید کے ساتھ قرابت کی بات ہے تو معلوم ہونا چاہئے کہ یزید بن خصیفہ کو بھی سائب کے ساتھ قرابت ہے، صاحب ''تجرید التمہید'' نے لکھا ہے کہ ''یزید بن خصیفہ بن یزید الکندی ،سائب بن یزید کے بھتیجے ہیں۔''

اسی طرح حافظ مزی نے ''تہذیب الکمال'' میں لکھا ہے کہ ''خصیفہ بن یزید اور سائب بن یزید آپس میں بھائی ہیں اور حافظ ابن حجر ''تقریب التہذیب'' کے اندر یزید بن خصیفہ کی

[Website: DifaAhleSunnat.com]

توثیق میں اقتصار کرنا اور محمد بن یوسف کو ثقہ ثبت کہنا اس شخص کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا جس کو ''تھذیب التھذیب'' اور ''ھدی الساری'' کا علم ہو جس میں یحییٰ بن معین کا یزید بن خصیفہ کے متعلق ثقہ حجۃ کا قول مذکور ہے۔[38]

اسی طرح جب اسماعیل بن امیہ نے سائب سے منقول عدد اکیس کے متعلق محمد بن یوسف سے استفسار کیا، تو انھوں نے کہا، کہ یزید بن خصیفہ نے سائب سے یہی سنا ہے اور اس روایت کی سند کو اُلبانی نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس کو معلوم نہیں کہ یہ اسی پر حجت بن رہی ہے۔

تو یہ بیس رکعات تراویح کے متعلق یزید بن خصیفہ سے منقول حدیث کا دفاع تھا۔

اعتراض نمبر 2:

نبیؐ کا ابیؓ بن کعب کی 8 رکعات تراویح پڑھانے پر سکوت ورضامندی اور اس کا جواب

دوسرا اعتراض جو اُلبانی نے یزید بن خصیفہ کی روایت پر کیا ہے۔ وہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی وہ حدیث ہے جس کو ابو یعلیٰ اور ابن نصر نے نقل کیا ہے، جس میں آٹھ رکعات اور وتر پڑھانے پر حضورؐ نے سکوت اختیار فرمایا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سکوت اسی عدد کو محدود کرنے کی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت اُبی بن کعب نے حضرت عمرؓ کے دور میں پہلے گیارہ رکعات پڑھائی

اور پھر جب بیس رکعات کے اندر مصلحت دیکھی، تو بیس رکعات تراویح پڑھائی اور صحابہؓ میں سے کسی نے اس پر نکیر نہیں کی۔ 38

یہ سب اس صورت میں ہے، جب مذکورہ حدیث کو صحیح تسلیم کیا جائے ورنہ ابو یعلیٰ اور ابن نصر کے ہاں اس کی سند کا مدار عیسیٰ بن جاریہ پر ہے جو کہ ضعیف ہے۔ ''تہذیب التہذیب'' میں یحییٰ بن معین سے اس کے متعلق ''لیس بذاک'' منقول ہے اور مزید فرمایا: کہ مجھے معلوم نہیں کہ یعقوب قمی کے علاوہ کسی اور نے اس سے روایت کیا ہو۔ امام دوری نے ابن معین سے نقل کیا ہے، کہ اس (عیسیٰ) کے پاس منکر روایات ہیں اور اس سے یعقوب قمی اور "رے" کے قاضی عنبسہ نے روایت کیا ہے۔ آجری نے ابو داؤد سے اس کے متعلق ''منکر الحدیث'' اور ''ما أعرفہ'' کے الفاظ نقل کئے ہیں۔ مزید کہا ہے، کہ وہ منکر روایات نقل کرتا ہے۔

ساجی اور عقیلی نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے اور ابن عدی نے فرمایا کہ اس کے احادیث غیر محفوظ ہیں۔

اب جو شخص یزید بن خصیفہ کی روایت کو ائمہ کے قبول کرنے کے باوجود چھوڑ دے اس کے لئے عیسیٰ بن جاریہ کی روایت قبول کرنا بالکل مناسب نہیں۔ جس کو مذکورہ بالا ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور ''میزان'' میں لکھا ہے، کہ نسائی نے اس کو منکر الحدیث کہا ہے اور متروک کا لفظ بھی منقول ہے۔

اس لئے جب امام ذھبیؒ نے حضرت جابرؓ کی حدیث ''صلی بنا رسول اللہﷺ فی

شھر رمضان ثمان رکعات" کے متعلق فرمایا: کہ اس کی سند متوسط ہے۔ تو امام نے اس کو رد کرتے ہوئے فرمایا: کہ یہ درست نہیں ہے۔ بلکہ اس کی سند متوسط سے کمتر ہے۔ 38

اعتراض 3:

امام مالک کا 20 رکعات تراویح سے انکار اور اس کا جواب

اور تیسری وہ چیز ہے جس کی وجہ سے اُلبانی نے یزید بن خصیفہ کی حدیث پر رد کیا ہے وہ امام جوری کی امام مالکؒ بن انس کا تراویح کے متعلق قول ہے۔ کہ امام جوری نے امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ "میرے نزدیک حضرت عمرؓ نے لوگوں کو گیارہ رکعات پر جمع کیا۔ اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز تھی۔ کسی نے عرض کیا، وتر کے ساتھ گیارہ رکعات؟ فرمایا: ہاں، اور تیرہ رکعات بھی قریب ہے، میں نہیں جانتا کہ یہ زیادہ رکعتیں کہاں سے بنائی گئی ہیں؟ اس کے ہم دو جواب دیں گے۔

جواب نمبر 1: امام جوری نے امام مالک کا جو قول نقل کیا ہے اس میں حد درجہ انقطاع ہے۔ اس لئے کہ "تذکرۃ الحفاظ" کے مطابق امام ملکؒ 170 ھ میں فوت ہوئے ہیں اور امام سبکی کی کتاب "طبقات الشافعیہ" کے مطابق امام جوری جو کہ ابوبکر نیشاپوری کے شاگرد ہیں وہ 238 ھ میں پیدا ہوئے۔ اور یہ ان تینوں میں سے نہیں جن کے متعلق اُلبانی نے کہا ہے، کہ معلوم نہیں کہ ان تینوں میں سے امام سیوطی کی مراد کونسا جوری ہے؟

بلکہ "طبقات الشافعیہ" کے مطابق یہ علی بن حسین قاضی ابوالحسن جوری ہیں۔ جوری میں جیم پر ضمہ اور واو ساکن ہے اور فارس کے ایک شہر جُور کی طرف منسوب ہے۔

امام جوری ایک مشہور امام ہیں۔ جس کو ابو بکر نیشاپوری کے ساتھ ملاقات ثابت ہے اور ان سے اور دوسرے محدثین سے روایت بھی کرتے ہیں ۔ ان کی تصنیفات میں "کتاب المرشد فی مختصر المزنی" شامل ہے۔ تاج ابن سبکی نے فرمایا: ابن رفعہ اور والدؒ ان سے اکثر نقل کرتے ہیں۔ امام ذھبیؒ نے ان کو "المشتبه فی أسماء الرجال" میں ذکر کر کے لکھا ہے، کہ وہ شافعی فقیہ ہیں اور ان کی کتاب "الموجز فی الفقه" دو جلدوں میں موجود ہے اور فارس کے شہر جور سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ خود امام جوری جس نے امام مالک سے مذکور روایت بھی نقل کی ہے، فرماتے ہیں، کہ امام شافعیؒ تراویح کی رکعات کے لئے کوئی خاص عدد نہیں ہے۔ کیونکہ یہ (تراویح) نفل ہے۔[38]

جواب نمبر 2: امام مالکؒ کی طرف سے یہ کہا جانا مستبعد ہے کہ "میں نہیں جانتا کہ یہ رکعتیں کہاں سے بنائی گئی، اس لئے کہ وہ خود مؤطا میں یزید بن رومان سے نقل کرتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ کے دور میں لوگ 23 رکعات پڑھتے تھے"۔

ابن أبی شیبہ کا بیان ہے کہ ہم سے امام وکیع اور ان سے امام مالک نے بیان کیا، کہ یحییٰ بن سعید انصاری نے فرمایا: کہ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو بیس رکعات پڑھانے کا حکم دیا۔ یہ دونوں مرسل روایتیں ہیں۔ لیکن ان کی حجت بننے میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ علماء کی طرف سے ان کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ ابن تیمیہؒ نے "اقامة الدليل على بطلان التحليل" میں فرمایا: جس مرسل کے لئے موافق موجود ہو یا سلف نے اس پر عمل کیا ہو تو باتفاق وہ حجت ہے۔ اور ألبانی نے ان دونوں روایتوں کے متعلق جو کہا ہے کہ "یہ کہنا جائز

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نہیں کہ یہاں پر ایک (مرسل روایت) دوسری (مرسل) کو قوی کر رہی ہے، کیونکہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ دونوں مرسل روایتوں کے راویوں کے شیوخ الگ الگ ہوں۔ جب کہ یہاں پر یزید بن رومان اور یحییٰ بن سعید دونوں مدنی ہیں، تو یہ غالب گمان موجود ہے کہ یہ دونوں بعض شیوخ سے روایت لینے میں شریک ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں نے یہ روایت کسی ایک شیخ سے لی ہو جو مجہول یا ضعیف ہو اور اس کا بھی امکان ہے کہ شیوخ اگرچہ الگ الگ ہوں لیکن وہ دونوں ضعیف اور غیر معتبر ہوں۔ الخ 38

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب وسوسے ہیں اور اگر ان وساوس کا دروازہ کھول دیا گیا تو بہت ساری ثابت روایات بھی ان وسوسوں کی نظر ہو کر مردود ٹھہریں گی۔

اور یہ جو اس نے عقلی احتمالات نکالے ہیں اس طرح تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یحییٰ بن سعید چونکہ سائب بن یزید صحابی سے روایت کرنے والوں میں شامل ہے۔ تو غالب گمان یہ ہے روایت بھی انہی سے لی ہو گی۔ اور یہی معاملہ ابن رومان کا بھی ہو سکتا ہے۔

اور ان دونوں مراسیل کے لئے یزید بن خصیفہ کی مذکورہ روایت اور عبدالرزاق کے حوالے سے محمد بن یوسف کی روایت بطور شاہد کے موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ان دونوں مراسیل کو علماء کی طرف سے عملاً یا اقراراً تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔

''مدونہ'' میں ابن قاسم کی وہ روایت بھی موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مالکؒ بھی گیارہ رکعات تراویح پر زیادتی کے منکر نہیں تھے، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ''امیر نے مجھے اطلاع بھجوائی کہ وہ قیام رمضان کو کم کرنا چاہتے ہیں اور ابن قاسم کے قول کے

مطابق اس وقت لوگ 39 رکعات پڑھتے تھے، 36 رکعات تراویح اور 3 رکعات وتر ہوتے تھے۔ تو امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں منع کیا اور کہا کہ میں نے لوگوں کو اسی پر پایا ہے اور وہ ہمیشہ سے اسی پر عمل پیرا ہیں۔[38]

لہذا یہ اس بات پر دلیل ہے کہ امام مالکؒ گیارہ رکعات پر تراویح کی زیادتی کے منکر نہیں ہیں اور یہ کہ تراویح کے معاملے میں جب لوگ سلف سے منقول ایک کیفیت پر عمل کرنے لگے، تو ان کو وہ کیفیت چھوڑنے اور دوسری کیفیت شروع کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ اس کی وجہ سے لوگوں میں فساد پیدا ہو جائے گا اور اپنے دین کے متعلق وہ حیرت میں پڑ جائیں گے۔

اور اس میں شک نہیں کہ دوسرے ذرائع کی بنسبت امام مالکؒ کے قول کو ''مؤطا'' اور ''مدونہ'' سے نقل کرنا زیادہ بہتر ہے، جیسا کہ ابن دقیق العید ''شرح الالمام'' کے خطبہ میں فرماتے ہیں کہ ''جو کچھ میں نے ائمہ مجتہدین سے جزماً نقل کیا ہے، تو اس میں، میں نے خوب غور و فکر اور احتیاط سے کام لیا ہے۔ پس جب بھی میں نے مذاہب اربعہ میں سے کچھ نقل کیا ہے وہ ان کے اصل متون سے نقل کیا ہے اور یہی درست ہے، میں نے کسی غیر کی حکایت پر اعتبار نہیں کیا اس لئے کہ اس میں خلل ہے اور مختلف لوگوں سے نقل کرنے میں بھی پھسلنا ہے، اس لئے کہ کسی مذہب کے مخالفین نے اس مذہب کے متعلق ایسی باتیں نقل کی ہوتی ہیں جو اس مذہب کا حصہ نہیں ہوتیں۔''

امام ابوبکر بن العربی نے ''العارضہ'' کے شروع میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ

تراویح کی رکعات کی کوئی مخصوص حد نہیں ہے۔اور ''العارضۃ'' کی باقی عبارت میں ایسی تحریف ہوئی ہے جو اس پر اعتماد سے روکتی ہے۔ 38

اسی طرح ''احکام القرآن'' میں آیت ''ولتکبر واللہ علیٰ ما ھدٰکم'' کی تفسیر میں واضح طور پر لکھا ہے، کہ قیام اللیل کے اندر مخصوص مقرر رکعات نہیں ہیں، باوجود یہ کہ جب صحابہ کرامؓ سے کوئی چیز ثابت ہو جائے تو اس کے مخالفین کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

اعتراض نمبر 4:

" رُوِيَ " صیغہ مجہول سے 20 رکعات تراویح کے ضعف پر استدلال اور اس کا جواب

چوتھی چیز جس کی بنیاد پر اُلبانی نے یزید بن خصیفہ کی حدیث پر رد کیا ہے، وہ امام شافعیؒ کا ''مختصر المزنی'' اور امام ترمذی کا ''جامع'' میں اس حدیث کو رُوِیَ (مجہول) کے صیغے کیساتھ نقل کرنا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے، کہ دونوں اماموں کا اس حدیث کو مجہول کے صیغے کے ساتھ نقل کرنے کے باوجود اس کی تضعیف بالکل مقصود نہیں۔ کیونکہ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ ''مجھے بیس رکعات پسند ہیں۔ کیونکہ یہی حضرت عمرؓ سے منقول ہے اور مکہ کے لوگ بھی اتنی ہی پڑھتے تھے اور پھر تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔'' اور امام ترمذیؒ نے فرمایا: کہ ''اکثر علماء

حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ سے منقول بیس رکعات پر ہیں اور یہی سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ اور امام شافعیؒ کا قول ہے۔" 38

لہٰذا ان دونوں حضرات کے یہ الفاظ اس حدیث کے عدم تضعیف پر قطعی دلیل ہے۔

اور امام نووی نے جو یُروَی (مجہول) یُذکَر (مجہول) کو تمریض کے لئے استعمال ہونے کی بات کی ہے، تو اس پر بخاری کی باقی یُذکر (مجہول) کے ساتھ روایت کردہ احادیث کی وجہ سے اشکال وارد ہوتا ہے۔

امام بخاریؒ لکھتے ہیں "ویذکر عن ابن عباس عن النبیﷺ فی الرقیة بفاتحة"

اور دوسری جگہ پر لکھا ہے،

"ان نفرا من الصحابة مروا بحیی فیه لدیغ فذکر الحدیث فی رقیتهم للرجل بفاتحة الکتاب"

اسی طرح نماز کے باب میں لکھتے ہیں

"ویُذکَر عن عبداللہ بن سائب قال قرأ النبی المومنون فی صلاة الصبح، حتی اذ جاء ذکر موسیٰ و ھارون أخذته سلعته فرکع" (یہ حدیث یُذکر مجہول صیغہ کے ساتھ نقل کی ہے)۔ یہ حدیث صحیح ہے، امام مسلم نے اس کی تخریج کی ہے۔

باقی تفصیل علامہ سیوطیؒ کی کتاب "تدریب الراوی" میں موجود ہے۔

اور اسی کو دیکھتے ہوئے ابن صلاح کہتے ہیں، کہ یہ صیغے صحیح اور ضعیف دونوں قسم کی روایات میں استعمال ہوتے ہیں۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اعتراض نمبر 5:

38

20 رکعات تراویح کے متعلق شیخ البانی کا وھم اوراس کا علاج

پانچویں چیز جس کی وجہ سے اُلبانی نے تراویح کے متعلق یزید بن خصیفہ کی روایت پر رد کیا ہے، وہ ابن تیمیہ کا وہ قول ہے جس میں انھوں نے ایک رافضی کی تردید کی تھی۔

ایک رافضی نے کہا تھا، کہ حضرت علیؓ دن رات میں ایک ہزار رکعات پڑھتے تھے۔تو ابن تیمیہؒ نے جواب میں فرمایا: کہ اگر یہ ممکن بھی ہو (گویا پہلے تو یہ ناممکن ہے) تو بھی حضرت علیؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو خوب جاننے والے اور ان کے طریقہ کی خوب پیروی کرنے والے تھے چہ جائیکہ وہ ایسی مخالفت کرے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس قول کی مراد خود آگے واضح کردی ہے، فرماتے ہیں: ''یہ اس لئے کہ حضرت علیؓ پر اپنے نفس کے حقوق و مصالح، سونا، کھانا پینا، بشری حاجت، پاکی، ازدواجی حقوق، اپنی اولاد اور گھر والوں کی ضروریات اور ان کی نگرانی یہ سب چیزیں واجب تھیں جن میں تقریباً آدھا وقت صرف ہو جاتا ہے۔اور ایک گھنٹہ میں تو اسی (80) رکعات نہیں پڑھی جاسکتیں۔ہاں صرف سورت فاتحہ کے ساتھ شاید ہو سکے، لیکن وہ بھی جب جلدی جلدی بغیر اطمینان کے پڑھی جائیں جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے منافقین کی طرح ٹھونگیں مارنا متصور نہیں۔جیسا کہ صحیحین میں منافقین کی حالت بیان کی گئی ہے۔

اسی طرح ابن تیمیہ نے دوسری جگہ فرمایا: امیر المومنین کی سیاسی مصروفیت اور

[Website: DifaAhleSunnat.com]

دوسرے مصالح کے ہوتے ہوئے یہ وقت ان کی ہزار رکعات کے لیے کافی نہیں ہوسکتا، مگر صرف ٹھونگیں ہی مارے جاسکتے ہیں جس سے حضرت علیؓ کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا ہے۔[38]

اس بیان سے صاف واضح ہے کہ شیخ نے حضرت علیؓ کی تنزیہ دن رات میں ہزار رکعات پڑھنے سے بیان کی ہے۔ کیونکہ اس سے حقوق کے ضائع ہونے اور جلدی جلدی پڑھنے کا اندیشہ تھا، گیارہ رکعات سے زیادہ تراویح پڑھنے سے تنزیہ نہیں کی اور اس پر دلیل یہ ہے کہ جب رافضی نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے تراویح کی بدعت نکالی ہے، تو شیخ نے جواباً کہا کہ اگر حضرت عمرؓ کا یہ عمل قبیح اور منہی عنہ ہوتا تو حضرت علیؓ امیر المؤمنین بننے کے بعد اس کو باطل کردیتا، لیکن جب وہ بھی اس معاملہ میں حضرت عمرؓ کے راستے پر چلا تو یہ استحباب کی دلیل ہے بلکہ حضرت علیؓ نے تو اس معاملہ میں حضرت عمرؓ کو دعا دی کہ ''اللہ عمر کی قبر کو نور سے بھردے کہ اس نے ہماری مسجدوں کو ہمارے لیے نور سے بھردیا''۔

ابوعبدالرحمٰن سلمی فرماتے ہیں، کہ حضرت علیؓ نے رمضان میں قرآء کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات (تراویح) پڑھائے اور حضرت علیؓ خود وتر پڑھاتے تھے۔

عرفجہ ثقفی نے کہا، کہ حضرت علیؓ لوگوں کو قیام رمضان کا حکم فرماتے تھے، اور ایک امام مردوں کے لیے اور ایک امام عورتوں کے لیے مقرر فرماتے تھے اور میں عورتوں کا امام ہوتا تھا۔ یہ دونوں روایتیں بیہقی نے اپنی سنن میں نقل کی ہیں۔

صاف واضح ہوگیا کہ امام ابن تیمیہؒ کے کلام کا وہ مقصد نہیں تھا جو البانی نے بیان

[Website: DifaAhleSunnat.com]

کیا ہے اسی طرح ابوعبدالرحمٰن سلمی کی اثر میں جو حضرت علیؓ کی طرف سے بیس رکعات کا حکم ہے، اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ بیس رکعات حضرت علیؓ سے ثابت ہے اور البانی نے جو [38] اس کے متعلق کہا ہے کہ اس کی سند میں حماد بن شعیب اور عطا بن سائب ہیں جو کہ ضعیف ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے، کہ بیہقی نے اپنی سنن میں اس کو ابوالخصیب سے منقول روایت کے ساتھ قوی کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: ''سوید بن غفلہ رمضان میں ہماری امامت کراتے تھے اور پانچ ترویحات کے ساتھ بیس رکعات پڑھاتے تھے۔ اسی طرح حضرت علیؓ کے ساتھی شتیر بن شکل کے متعلق منقول ہے کہ وہ رمضان میں بیس رکعات (تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔

تیسری روایت ابوالحسناء سے منقول ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ بیس رکعات پڑھائے۔

اب البانی کا بیان ہے کہ اس آخری روایت کے راوی ابوالحسناء کے بارے میں امام ذہبیؒ نے ''لایعرف'' اور حافظ نے ''مجھول'' لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام دولابیؒ نے ''الاسماء والکنیٰ'' میں یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ ''ابوالحسناء سے شریک اور حسن بن صالح کوفی (روایات) نقل کرتے ہیں اور اصول حدیث کے قواعد میں صاف لکھا ہے، کہ جب ایک راوی سے دو بندے نقل کریں تو اس کا مجھول ہونا رفع ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات دارقطنی نے اپنی ''سنن''، ابن عبدالبر نے ''الاستذکار'' اور خطیب نے ''الکفایہ'' میں لکھی ہے۔

اب ترکمانی نے ابوالحسناء کی روایت کوضعیف قرار دینے کی وجہ سے بیہقیؒ کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا:[38] ''اس کا ضعف ابوسعد سعید بن مرزبان بقال کی وجہ سے ہے، کیونکہ وہ متکلم فیہ ہے۔ لیکن اس روایت کے لیے اور متابع موجود ہیں۔ چنانچہ ابن أبی شیبہ نے اپنی ''مصنف'' میں عمرو بن قیس کے حوالہ سے ابوالحسناء سے نقل کیا ہے کہ ''حضرت علیؓ نے رمضان میں بیس رکعات (تراویح) پڑھنے کا حکم دیا اور شاید عمرو بن قیس سے مراد ''ملائی'' ہیں جس کی امام احمد، یحییٰ، ابوحاتم اور ابوزرعہ وغیرہ نے توثیق کی ہے اور امام مسلم نے اس کی روایت نقل کی ہے''۔

لہذا باقی وساوس اور تشویشات کو چھوڑ کر امام بیہقیؒ اور امام تیمیہؒ کی نقل کردہ روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت علیؓ سے بیس رکعات تراویح ثابت ہیں۔

تراویح نوافل مطلقہ ہیں اور تراویح میں زیادتی ظہر کی چار رکعات پر زیادتی کی طرح نہیں ہے۔

بلاشک وشبہ تراویح نوافل مطلقہ ہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ''میں نے مدینہ منورہ میں لوگوں کو انتالیس رکعات پڑھتے دیکھا اور مجھے بذات خود بیس رکعات محبوب ہیں اور اسی طرح لوگ مکہ میں پڑھتے ہیں۔ فرمایا: کہ اس میں کوئی تنگی نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی مقررہ انتہائی حد ہے، کیونکہ یہ نفل ہیں۔ اگر اس میں قیام طویل ہو اور سجدے کم ہوں (رکعتیں کم ہوں) تو بھی اچھا ہے اور مجھے پسند ہے اور اگر رکوع وسجدے زیادہ ہوں (رکعتیں زیادہ ہوں) تو بھی اچھا ہے۔ امام ترمذیؒ نے اپنی ''جامع'' میں لکھا ہے کہ ''قیام رمضان میں علماء

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نے اختلاف کیا ہے، اہلِ مدینہ نے وتر کے ساتھ اکتالیس رکعات کا قول کیا ہے اور ان کے ہاں مدینہ میں اس پر عمل بھی ہے اور اکثر علماء کے نزدیک حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے جو بیس رکعات منقول ہیں وہ راجح ہیں، جو کہ سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ اور امام شافعیؒ کا قول ہے۔ اور امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ لوگ ہمارے شہر مکہ میں بیس رکعات پڑھتے ہیں اور امام احمدؒ نے فرمایا: کہ اس میں مختلف کیفیتیں منقول ہیں اور کسی خاص کیفیت کو راجح نہیں کہا جا سکتا۔ جبکہ امام اسحاقؒ نے فرمایا: کہ ہم اکتالیس رکعات کو اختیار کرتے ہیں جو کہ اُبی بن کعبؓ سے منقول ہے۔[38]

اسحاق بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے دریافت کیا کہ قیام رمضان میں آپ کتنی رکعات پڑھتے ہیں؟ فرمایا: کہ اس میں چالیس رکعات تک کے مختلف اقوال ہیں کیونکہ یہ نفل ہے۔ امام اسحاق کہتے ہیں کہ ہم چالیس رکعات کو لیتے ہیں جن میں مختصر قرأت ہو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ''الفتاویٰ'' جلد ثانی صفحہ ۴۰۱ پر فرماتے ہیں، کہ قیام رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی مخصوص تعداد معین نہیں فرمائی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود رمضان اور غیر رمضان میں تیرہ رکعات پر زیادہ نہیں کرتے تھے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکعتیں لمبی لمبی ہوتی تھیں۔ اور پھر جب حضرت عمرؓ نے لوگوں کو اُبی بن کعبؓ پر جمع کیا تو وہ انہیں بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے اور رکعات کی زیادتی کے بقدر قرأت میں کمی کرتے تھے اس لئے کہ رکعات کو لمبا کرنے کی بنسبت یہ مقتدیوں کے حق میں بہتر ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اور پھر سلف میں سے بعض چالیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے
جب کہ بعض چھتیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے، یہ تمام کیفیات درست ہیں لہذا جس نے جس پر عمل کیا اس نے اچھا کیا۔ اب ان میں افضل کونسا ہے؟ تو یہ پڑھنے والوں کے احوال پر موقوف ہے اگر کوئی طویل قیام کرسکتا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کے مطابق دس رکعات اور تین رکعات وتر افضل ہیں۔ اور اگر لوگ طویل قیام کے متحمل نہ ہوں تو بیس رکعات افضل ہیں اور یہی اکثر مسلمانوں کا عمل ہے۔ کیونکہ یہ چالیس کی بنسبت آسان ہے اور اگر کوئی چالیس وغیرہ پڑھے تو بھی جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے اور اس پر امام احمد وغیرہ جیسے بہت سارے ائمہ کے اقوال موجود ہیں اور جو یہ سمجھتا ہے کہ قیام رمضان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مخصوص عدد کی تعیین کی ہے جس پر زیادتی یا کمی جائز نہیں ہے تو وہ غلطی پر ہے۔[38]

مصنف کہتے ہیں کہ یہی غلطی اُلبانی سے اپنی تصنیف ”رسالۃ التراویح“ میں ہوئی بلکہ اس نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ تراویح میں گیارہ رکعات پر زیادتی ظہر کی نماز میں چار رکعات پر پانچویں رکعات بڑھانے کی طرح ہے۔ حالانکہ جس کو تراویح کے متعلق اکابر کے عمل اور ائمہ کے اقوال کا علم ہو وہ یہ جرأت کبھی نہیں کرسکتا۔

اُلبانی کے اس باطل دعویٰ پر جتنا بھی تعجب کیا جائے کم ہے۔ کیونکہ جو سلف صالحین گیارہ رکعات سے زیادہ تراویح پڑھتے تھے گویا یہ ان کو گمراہ قرار دینا ہے۔

اُلبانی لکھتا ہے کہ ”جو شخص گیارہ رکعات سے زیادہ تراویح پڑھتا ہے، تو گویا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح اسناد کے ساتھ منقول نماز کے خلاف نماز پڑھتا ہے جو کہ کیفیت اور مقدار دونوں لحاظ سے مخالفت ہے۔اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول "صلوا کما رأیتمونی أصلی" کو بھلا دینا ہے۔حالانکہ اس کا فساد ہر کسی پر واضح ہے۔[38]

تراویح کے اندر زیادتی پر درج ذیل حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔

"نماز ایک بہترین عمل ہے خواہ کوئی کم پڑھنا چاہے یا زیادہ پڑھنا چاہے"۔ یہ "حدیث مشہور" ہے جس کو امام احمد، بزار اور ابن حبان نے نقل کیا ہے اور حافظ عراقی اور اس کے بیٹے نے ابن حبان اور حاکم کی اس کی تصحیح میں موافقت کی ہے۔

ألبانی نے تراویح کو صلوۃ الرغائب (نصف شعبان کی رات اور رجب کے پہلے جمعہ کی نماز) پر قیاس کیا ہے۔ حالانکہ علماء کے نزدیک صلوۃ الرغائب کا "الصلاۃ خیر موضوع" میں داخل نہ ہونا یقینی ہے اور علامہ سبکیؒ نے اشراق المصابیح میں تراویح اور صلوۃ الرغائب کے درمیان فرق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"اگر یہ (تراویح) مطلوب نہ ہوتیں جیسا کہ نصف شعبان کی رات اور رجب کے پہلے جمعہ کی صلوۃ الرغائب کا حال ہے تو اس کا انکار کرنا ضروری ہوتا اور اس کے بطلان کا علم ضروریاتِ دین میں سے ہوتا اور ابن دقیق العید کی "احکام الاحکام" میں تراویح کا صلوۃ الرغائب کے اندر شامل ہونے سے منع پر واضح نص موجود ہے۔

اور تراویح میں زیادتی کے لیے وہی روایات ہیں، جو نماز کے متعلق وارد ہیں اور تراویح کو ان روایات کے عموم سے نکالنے کے لیے کوئی خاص نص موجود نہیں ہے۔اور اکابر کا

عمل بھی اس پر دلیل ہے، کہ تراویح ان روایات کے عموم میں داخل ہے۔

38

اعتراض نمبر 6:

حدیث عائشہؓ سے 11 رکعات پر استدلال اور اس کا جواب

چھٹی چیز جس سے اُلبانی نے استدلال کیا ہے، وہ حضرت سیدۃ عائشہؓ کی روایت ہے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات پر زیادتی نہیں فرماتے تھے۔''

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے اندر گیارہ رکعات سے زیادہ تراویح کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

حافظ ابن عراقی نے ''طرح التشریب'' میں لکھا ہے کہ ''علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس (قیام اللیل) کے لیے کوئی مخصوص تعداد نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کے متعلق بھی روایات مختلف ہیں۔ قاضی عیاض کہتے ہیں، کہ حدیث عائشہؓ میں سعد بن ہشام کی روایت میں نو رکعات کا ذکر ہے، جبکہ عروہ کی روایت میں گیارہ رکعات کا ذکر ہے جن میں وتر بھی ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دو رکعات پر سلام پھیرتے تھے اور مؤذن کے آنے (طلوع فجر) کے بعد دو رکعات پڑھتے تھے۔ اور ہشام جب عروہ سے روایت کرتے ہیں تو اس میں فجر کی دو رکعات کے ساتھ تیرہ رکعات کا ذکر ہے۔

اور حضرت عائشہ سے اس طرح بھی منقول ہے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں گیارہ رکعات پر زیادتی نہیں کرتے تھے، پہلے چار چار رکعات پڑھتے تھے اور آخر میں تین

رکعتیں پڑھ لیتے تھے۔''

حضرت عائشہؓ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ تیرہ رکعات پڑھتے تھے[38]، پہلے آٹھ پھر تین رکعات وتر اور پھر بیٹھے بیٹھے دو رکعات پڑھ لیتے تھے، اس کے بعد فجر کی دو رکعات پڑھتے تھے، ایک اور حدیث میں خود ہی بیان فرمایا ہے، کہ ان میں سے دو رکعات فجر کی ہوتی تھیں۔ ان سے یہ بھی روایت ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات والی نماز سات اور نو (رکعات) ہوتی تھیں۔

بخاری اور مسلم میں ابن عباسؓ کی حدیث موجود ہے، کہ آپ ﷺ کی رات کی نماز تیرہ رکعات ہوتی تھیں اور طلوع فجر کے بعد فجر کی دو رکعتیں زید بن خالد کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے دو مختصر رکعتیں پڑھی اور پھر دو لمبی رکعتیں پڑھی۔۔اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ اس طرح کل تیرہ رکعتیں بن گئیں۔

امام قاضی کے مطابق ان احادیث کے متعلق علماء کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ، زیدؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو کچھ دیکھا وہی بیان کیا۔

اور حضرت عائشہؓ کی روایات میں جو اختلاف ہے اس کے متعلق بعض علماء کا کہنا ہے، کہ یہ حضرت عائشہؓ ہی کی طرف سے آیا ہے، جبکہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ اختلاف روایوں کی طرف سے پیدا ہوا ہے۔ لہذا اس بات کا احتمال ہے، کہ اکثر اوقات گیارہ رکعات ہوں اور باقی تعداد کبھی کبھی واقع ہو۔ سب سے زیادہ فجر کی سنتوں سمیت پندرہ رکعات ہیں اور سب سے کم سات رکعات منقول ہیں۔ اور یہ کمی وزیادتی وقت کی قلت وکثرت کی بنا پر

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ہے۔ جیسا کہ حضرت حذیفہؓ اور ابن مسعودؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے اور یا نیند، مرض اور کبرسنی وغیرہ کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ منقول ہے، کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر زیادہ ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات رکعات پڑھتے تھے۔[38]

یا پھر اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ کبھی تو ابتدائی دو مختصر رکعتیں قیام اللیل میں سے شمار کر لیے اور کبھی نہیں۔ اسی طرح فجر کی سنتوں کو اس کے ساتھ ملا کر بیان کیا اور کبھی بغیر اس کے، وغیرہ ذٰلک۔

امام قاضی فرماتے ہیں کہ یہ بات اتفاقی ہے کہ اس (تراویح) کی ایسی کوئی مخصوص حد نہیں ہے جس میں کمی وزیادتی نہ ہو سکے بلکہ قیام اللیل میں جتنی زیادتی کی جائے گی اتنا اجر بھی زیادہ ہوگا۔ ہاں البتہ اس بات میں اختلاف ہے، کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنی رکعتیں پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ واللہ اعلم

یہ امام قاضی کا بیان تھا جس کو امام نوویؒ نے نقل کیا ہے۔

اس کے علاوہ قیام اللیل کی عدم تحدید پر ابوہریرہؓ کی وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو ابن نصر، ابن حبان اور ابن منذر نے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ ''وتر کیا کرو سات رکعات، نو رکعات، گیارہ رکعات یا اس سے زیادہ کے ساتھ۔'' اور اس کو حافظ عراقی نے صحیح قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ''نیل الاوطار'' اور ''تحفۃ الذاکرین'' میں مذکور ہے اور ''تلخیص الخبیر'' میں حافظ ابن حجرؒ نے اسی کے ذریعے رافعی کے قول ''تیرہ رکعات پر زیادتی منقول نہیں ہے'' کا تعاقب کیا ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ابن حجرؒ لکھتا ہے کہ ”رافعی کے کلام پر اشکال ہے، کیونکہ منذری کے حواشی میں لکھا ہے، کہ صلوۃ اللیل میں جو زیادہ منقول ہے وہ سترہ رکعات ہیں اور یہ دن رات کی رکعات کی تعداد ہے۔ ابن حبان، ابن منذر اور حاکم نے عراک کے طریق سے ابو ہریرہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے، کہ وتر کیا کرو سات، نو، گیارہ یا اس سے زیادہ رکعات کے ساتھ۔ اسی کے ساتھ اُلبانی کا یہ کہنا غلط ثابت ہوا کہ ”زیادتی کے متعلق حدیث منکر ہے“ جو کہ بے بنیاد دعویٰ ہے اور اس کو طاہر بن عمرو کا تعارف معلوم نہیں۔ اور اس کی روایت کا موقوف ہونا ابن حبان، حافظ ابن حجر اور عراقی کی تصحیح کے بعد رفع ہو جاتا ہے۔ 38

سنن بیہقی کے مطابق طاہر کا تعارف یہ ہے ابو الحسین طاہر بن عمرو بن ربیع بن طارق بن قرۃ بن نہیک بن مجاہد ہلالی۔ اور خطیب بغدادی کی کتاب ”الموضح لأوهام الجمع و التفريق“ اور ابن جوزی کی کتاب ”تلقيح فهوم أهل الأثر“ میں لکھا ہے کہ ابو عباس اصم نے اس (طاہر) سے روایت کیا ہے اور وہ حبشی بن عمرو ہے جس سے ابو بکر بن حذیفہ نیشاپوری اور حسن بن حبیب دمشقی نے روایت کیا ہے۔

ابن القیم نے ”اعلام الموقعین“ میں طاہر کے طریق سے یہ حدیث مرفوعاً نقل کی ہے کہ ”وتر کیا کرو پانچ، سات، نو، گیارہ یا اس سے زیادہ رکعات کے ساتھ۔“ اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

علامی سیوطی نے ”المصابیح فی صلاۃ التراویح“ میں لکھا ہے کہ علماؑ نے تراویح کی رکعات میں جو اختلاف کیا ہے، وہ مختلف کیفیات کا اختلاف ہے، تضاد والا اختلاف نہیں

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی مخصوص تعداد منقول ہوتی تو علماء اس میں اختلاف نہ کرتے۔ جیسا کہ وتر کی رکعات اور باقی نمازوں کی رکعات کی تعداد کا معاملہ ہے۔ 38

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ''فتح الملہم'' میں لکھا ہے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس (تراویح) کی رکعات کی کوئی مخصوص حد مقرر نہیں کی ہے کہ اس پر زیادتی جائز نہ ہو، بلکہ یہ مطلق ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نماز بہترین عمل ہے پس جو جتنی زیادہ پڑھ سکے، پڑھ لیا کرے۔'' اس کو طبرانی نے ''اوسط'' میں ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے اور علقمی نے اس پر صحیح ہونے کی علامت لگائی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے ''الفتاویٰ'' کے جز اوّل کے صفحہ ۱۹۱ پر لکھا ہے کہ ''ثابت ہوا کہ حضرت اُبی بن کعبؓ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے اور تین رکعات وتر پڑھایا کرتے تھے۔ اور بہت سارے علماء نے اسی کو سنت کہا ہے، کیونکہ یہ عمل حضرت اُبی بن کعب نے مہاجرین وانصار صحابہؓ کے سامنے کیا اور کسی نے بھی نکیر نہیں فرمائی۔ جبکہ بعض علماء نے مدینہ والوں کے قدیم عمل کی وجہ سے انتالیس رکعات کو مستحب قرار دیا ہے۔ اور ایک گروہ کا کہنا ہے، کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں تیرہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ لیکن یہ گروہ خود مضطرب ہے کیونکہ ان کے گمان کے مطابق پھر حدیث صحیح کا خلفائے راشدین اور مسلمانوں کے عمل کے ساتھ تضاد آجاتا ہے۔

درحقیقت یہ سب صحیح اور درست ہیں۔ جیسا کہ امام احمد نے فرمایا: قیام رمضان

میں کوئی مخصوص تعداد نہیں ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے عدد مقرر نہیں کی ہے۔ اور رکعات کی کمی، زیادتی قرأت کے طویل اور مختصر ہونے پر منحصر ہے۔38 کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رکعت کے اندر سورہ بقرہ، سورہ آل عمران اور سورہ نساء کی قرأت کی ہے، لہذا قیام کو لمبا کرنا، رکعتوں کے اندر زیادتی کرنے سے مستغنی کر دیتا ہے۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو (تراویح) جماعت کے ساتھ پڑھائی تو لوگوں کے زیادہ ہونے کی وجہ سے قیام کو لمبا کرنا ممکن نہ تھا، لہذا انہوں نے اس کے بدلے رکعات کی تعداد بڑھائی اور ان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں دگنا کر دیا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گیارہ یا تیرہ رکعات پڑھتے تھے۔ پھر اہلِ مدینہ جب طول قیام میں اور بھی کمزور ہو گئے تو انہوں نے رکعات کی تعداد مزید بڑھا کر انتالیس تک پہنچا دی۔

اسی طرح ابن تیمیہ ''الفتاوٰی'' کے جز اوّل صفحہ ۱۴۸ پر لکھتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام اللیل میں رکعات کی تعداد طاق ہوا کرتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان و غیر رمضان میں گیارہ یا تیرہ رکعات پڑھتے تھے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لمبا قیام کرتے تھے۔ پھر جب لوگوں پر یہ (لمبا قیام) گراں گزرا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر مختصر قیام کے ساتھ پڑھائی اور طول قیام کے مقابلہ میں رکعات کی زیادتی ہو گئی۔ پھر بعد کے لوگوں نے چالیس رکعات بھی پڑھی اور اس کے بعد تین رکعات وتر، جبکہ بعض نے تراویح چھتیس رکعات اور تین رکعات وتر، کل انتالیس رکعات پڑھیں۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

''اختیارات'' نامی کتاب میں مذکور ہے کہ ''اگر کوئی تراویح امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ
38
اور امام احمدؒ کے مذہب کے مطابق بیس رکعات پڑھے یا امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق چھتیس رکعات پڑھے یا گیارہ اور یا تیرہ رکعات پڑھے، تو یہ سب درست اور صحیح ہے کیونکہ رکعات کی کمی اور زیادتی، قیام کے طویل اور مختصر ہونے کی بنسبت ہوتی ہے۔

یہ علماء کی واضح نصوص ہیں جن سے صاف پتہ چلتا ہے کہ تراویح میں تحدید نہیں ہے اور اسی کے ساتھ اُلبانی کے اس دعوے کا بطلان بھی واضح ہوگیا جس میں اس نے کہا تھا کہ ''جو گیارہ رکعات سے زیادہ تراویح پڑھے گویا اس نے ظہر کی چار کی بجائے پانچ رکعات اور فجر کی سنتیں چار رکعات پڑھی یا گویا اس نے ایک رکعت میں دو رکوع یا کئی سجدے کئے۔''

اور ہم تشویش اور اکابر کی طرف جہالت کی نسبت کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اور عافیت و توفیق کے طلبگار رہیں۔

خلاصہ

☆ یزید بن خصیفہ کی جس روایت میں حضرت عمرؓ کے زمانے میں صحابہ کرامؓ کی بیس رکعات تراویح پڑھنا منقول ہے وہ صحیح حدیث ہے، اس میں کوئی طعن نہیں اور ائمہ کی طرف سے اس روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔

☆ یزید بن خصیفہ کی اس روایت اور امام مالکؒ کی مؤطا میں محمد بن یوسف سے منقول

[Website: DifaAhleSunnat.com]

روایت کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے۔

☆ حضرت عائشہؓ کی روایت میں تراویح اور غیر تراویح کے اندر رکعات کے لیے کسی[38] قسم کی تحدید نہیں ہے۔

☆ گیارہ رکعات سے زیادہ تراویح پڑھنا امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام ترمذیؒ اور امام سیوطیؒ کا مذہب نہیں اور اُلبانی کا ان کی طرف اس کی نسبت کرنا بالکل غلط ہے۔اور واضح نصوص کے خلاف ہے۔

☆ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے گیارہ رکعات سے زیادہ تراویح پڑھنے تنزیہ بیان نہیں کی ہے۔

جو بھی کوئی علمی تحقیق کرنا چاہتا ہے اس کے لیے علمی رسوخ امانتداری اور اخلاص کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

آخر میں ہم اپنے لیے اور اُلبانی کے لیے اللہ سے توفیق کا سوال کرتے ہیں، وہی کافی ہونے والا اور بہترین مددگار ہے۔

والله المستعان علی ما تصفون

[Website: DifaAhleSunnat.com]

38

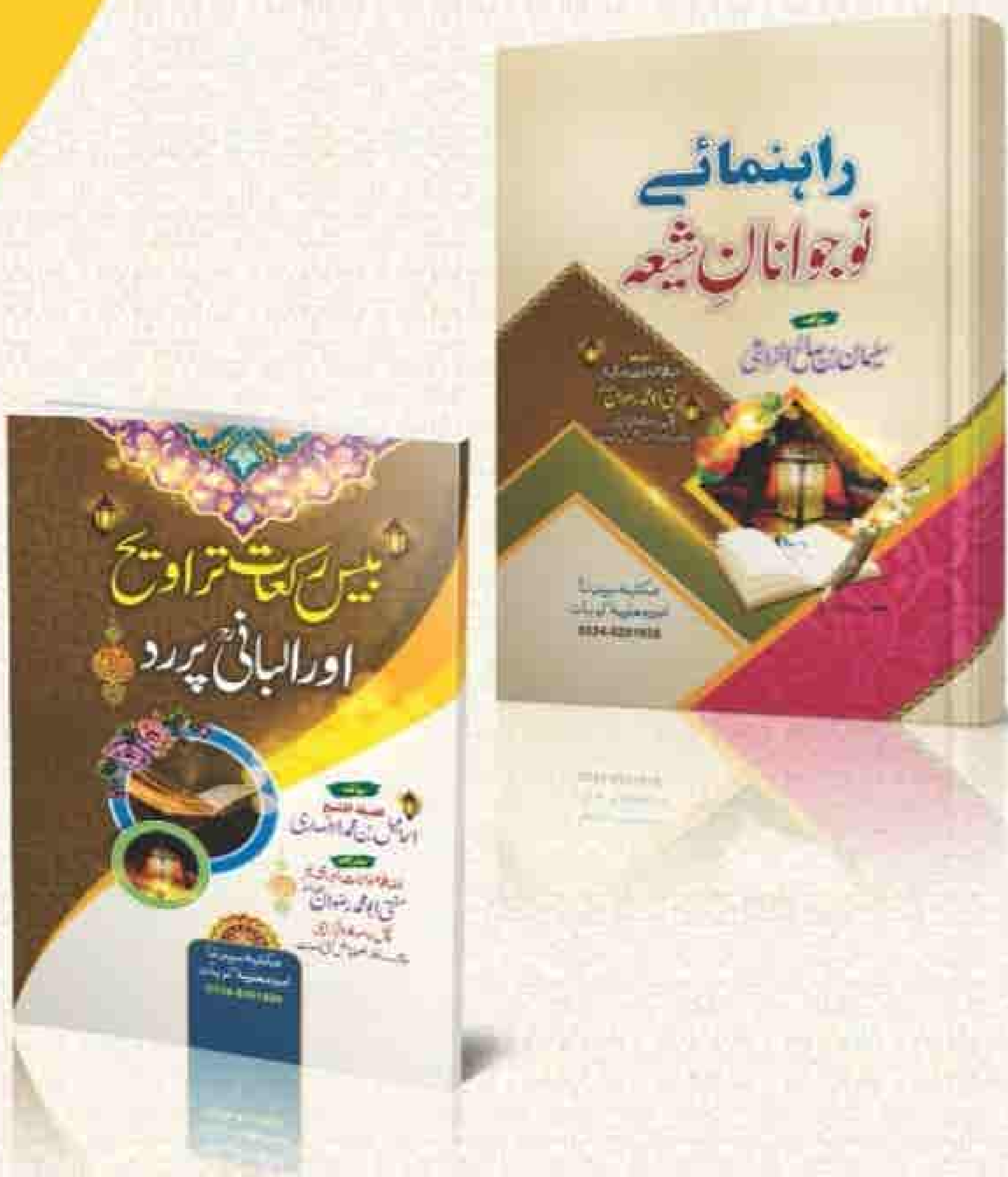

مکتبہ سیدنا
امیر معاویہؓ کوہاٹ
0334-8251826

[Website: DifaAhleSunnat.com]